توحید اور ہم

تالیف : بشیر احمد لودھی

مقدمہ

چند سال پہلے میں نے نذیر احمد بھٹی کو ایک خط لکھا جسے "انجمن اصلاح معاشرہ سیالکوٹ" نے کتاب کی شکل میں بعنوان "توحید اور ہم" اپنے خرچ پر چھپوا کر تقسیم

کیا۔ الحمداللہ! قارئین کی اکثریت نے اسے پسند فرمایا۔ اب احباب کے بار بار مطالبہ
پر اپنے خیالات کو ایک بار پھر پیش کر رہا ہوں۔ میں فرقہ بندی کو گناہ سمجھتا ہوں
اور اور دعائے خیر کی تمنّا کے سوا میری کوئی غرض نہیں ہے۔ مجھے اپنی بے بضاعتی
کا شدت سے احساس ہے۔ بایں ہمہ میں آپ سے مخاطب ہونے کی جسارت کر رہا
ہوں۔ ہو سکتا ہے کہ میں آپ کو اپنا ہم خیال نہ بنا سکوں اور میری تحقیق آپ کے
عقائد سے متصادم ہو، مگر درست سے غلط کو اور حق سے باطل کو الگ کرنے کی
کوئی نہ کوئی کسوٹی ہوتی ہے۔ مسلمان کے لیے جو اصول اور معیار قرآن اور حدیثِ
رسول صلی اللہ علیہ و علی آلہ وسلم نے مقرر کیا ہے اس سے بہتر کوئی کسوٹی
نہیں ہو سکتی۔
یہ بات آپ بھی ذہن میں رکھیں اور تعصب کو حق کی راہ میں رکاوٹ نہ بننے دیں۔
گالم گلوچ کرنا اور غصے میں آ کر کتاب جلا دینا دیوانوں کا کام ہے۔ اسے کھلے دل سے
پڑھیں اور پھر قرآن و حدیث کی کسوٹی پر پرکھیں۔ بات کھری ہو تو میرے لیے دعا
فرمائیں، غلط خیال کریں تو خط لکھ کر میری راہنمائی اور اصلاح فرما دیں۔ خلوص
نیت سے دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو وہ راہ دکھائے جو اس کے حبیب
محمد عربی صلی اللہ علیہ و علی آلہ وسلم کی راہ ہو اور اللہ تعالیٰ کو محبوب ہو۔
آئیے مل کر دعا کریں۔
اس بات کا اعتراف کرنا بھی نہایت مناسب معلوم ہوتا ہے کہ میں کوئی عالم فاضل،
کوئی مولوی و پیر، کوئی صوفی و درویش یا زاہدِ شب بیدار نہیں ہوں کہ اپنی کسی
خوبی پر فخر کر سکوں۔ بلکہ بقول اقبال ؎

ہندی ہونے پر ناز جسے تھا آج حجازی بن بیٹھا
اس محفل کا یہ رند پرانا آج نمازی بن بیٹھا

کے مصداق میں وہ سیاہ رُو اور سیاہ کار ہوں جس کی زندگی کا بہترین زمانہ جہالت
کی تاریکیوں میں ٹھوکریں کھاتے گزرا۔ ابتدائی تعلیم مندر میں واقع پرائمری سکول
میں ہونے کی وجہ سے بچپن میں بتوں اور مندروں سے نہ صرف خاصی عقیدت تھی
بلکہ ہندو مذہب میں رغبت کی وجہ سے میرے والدین خاصے پریشان تھے۔ یہ صرف
میرے رب کا فضل ہے جو اس بھٹکے ہوئے آہو کو سوئے حرم لے آیا۔ الحمد اللہ! آج
فرقہ بندی کی لعنت سے بالا تر اور جذبہ ہمدردی سے سرشار ہو کر میں اپنے عزیزوں
سے اس لیے مخاطب ہوں کہ میری یہ تحریر کسی گم کردہ راہ کے لیے بانگ درا و
مشعل راہ بنے اور میرے لیے سرمایہ نجات ہو۔ شاید میری یہ حقیر کاوش مقبولِ
بارگاہ ہو اور وہ غفور و رحیم میری روسیاہی کو دھو ڈالے تاکہ قیامت کے دن میں
بھی منہ دکھانے کے قابل ہو جاؤں۔ میں کوئی شاعر و ادیب نہیں کہ پیچ دار زبان پیش
کر سکوں بلکہ میری تحریر میں زبان و بیان کی کچھ غلطیاں بھی ہوں گی، لُذا آپ
زبان کی تمام خامیوں کو نظر انداز کر کے میرے اصل مقصد پر توجہ فرمائیں۔
میں نے صرف زیر بحث موضوع کو ذہن نشین کروانے کے لیے طوالت سے دامن بچاتے
ہوئے اختصار سے کام لیا ہے۔ اگر آپ پیش کردہ آیات کو سیاق و سباق کے ساتھ قرآن
سے پڑھیں تو زیادہ اچھا ہو گا۔
بشیر احمد لودھی (فتح گڑھ۔ سیالکوٹ)

اللہ تعالیٰ کے بارے میں مذاہب ِباطلہ کا تصور

ہندو اور اللہ کا تصور

یہ کہنا غلط ہے کہ ہندو اللہ کے منکر ہیں۔ ہندو صرف ایک اللہ کو مانتے ہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ وہ اللہ کو کسی دوسرے نام سے یاد کرتے ہیں۔ مثلاََ ان کی مشہور مذہبی کتاب "بھگوَت گیتا"میں اللہ تعالیٰ کو "وِشنو " کا نام دیا گیا ہے۔ اس کو تمام عیوب سے پاک ، ہر شے کا خالق، نگران اور فنا کرنے والا قرار دیا گیا ہے۔ اسی کو مظلوموں کی پناہ گاہ اور حق کے متلاشیوں کی منزلِ مقصود قرار دیا گیا ہے۔ ان کا یہ عقیدہ ہے کہ وشنو، او تاروں کی صورت میں زمین پر ظاہر ہوتا ہے۔ بقول ان کے، نرسنگھ اس کے چوتھے، رام چندر جی ساتویں اور کرشن جی مہاراج آٹھویں اوتار ہیں۔ بقول ان کے، وشنو مختلف وقتوں پر مختلف صورتوں میں زمین پر ظاہر ہوتا ہے۔ عین اسی طرح جس طرح آج مسلمان بھی کہنے لگے ہیں!

وہی جو مستویٔ عرش تھا خدا ہو کر
اترپڑا مدینے میں مصطفی ہو کر

چاچڑ وانگ مدینے ڈِسے تے کوٹ مٹھن بیت اللہ
ظاہر وِچ پیر فریدن تے باطن وچ اللہ

مٹی دا بت بنا کے آپے وِچ بہہ گیا
جگاں نوں بنان والا کیہڑی کھیڈے پے گیا

(استغفراللہ، نعوذ باللہ ثم نعوذباللہ)

ہندو عقائد کے مطابق ان بزرگوں کی عبادت فی الحقیقت "وشنو" کی ہی عبادت ہے۔ اس تک رسائی حاصل کرنے کے لیے ان دیوتاؤں کو خوش کرنا لازم اور ضروری ہے۔ ورنہ کہاں اللہ اور کہاں یہ آدمِ خاکی۔ غور فرمائیں کہ آج کے مسلمانوں کا عقیدہ اس سے کسی مقام پر مختلف ہے۔ یا یہی ہے؟

جنگِ عظیم دوم کے شعلوں نے ساری دنیا کو اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا۔ مجھے بھی فوجی ملازمت کے سلسلے میں مشرقِ بعید (برما وغیرہ) میں گھومنے کا اتفاق ہوا۔ وہاں عوامُ النّاس کا مذہب بُدھ َمت ہے۔ ان کے گھروں اور عبادت خانوں میں جانے کا اکثر اتفاق ہوا۔ گوتم بدھ کے بت دیکھے۔ ان کا عقیدہ بھی ہندو سے ملتا جلتا ہے، صرف ناموں کا فرق ہے۔

بتوں کے پجاری

یہ کہنا غلط ہے کہ بُت پرست لوگ بتوں کی پوجا کرتے ہیں۔ وہ لوگ بھی پتھر کو پتھر ہی جانتے ہیں۔ اگر پتھروں کی پوجا مقصود ہوتی تو وہ پہاڑوں کی پوجا کرتے۔ جہاں بڑے بڑے پتھر ہوتے ہیں اور وہ سڑکوں پر پتھر استعمال کر کے پتھر کی بے حرمتی کبھی نہ کرتے۔ مگر پتھر کو جب کسی قابل احترام بزرگ شخصیت سے منسوب کر کے لایا جاتا ہے تو پھر اس پتھر کا احترام کرنا اور اس کی پوجا کرنا وہ

فرض جانتے ہیں۔ وہ دراصل اُن بزرگوں کی پوجا کرتے ہیں جن سے وہ پتھر یا لکڑی کا بت منسوب ہوتا ہے۔ مقصود بُت نہیں بلکہ بزرگ کی ذات ہوتی ہے۔ بت کا پجاری دنیا میں کوئی نہیں ہے۔ پوجا بزرگ کی مقصود ہوتی ہے۔

انقلابات زمانہ

جاپان کے شہر ہیرو شیما اور ناگا ساکی پر دو ایٹم بم (بڑا لڑکا اور چھوٹا لڑکا) نامی گرائے گئے۔ جاپان ختم ہو گیا۔ جاپان کی شکست کے ساتھ ہی جرمن فوجیں بھی منتشر ہو گئیں اور جنگِ عظیم دوم ختم ہو گئی۔ پھر پاکستان بن گیا۔ الحمدللہ۔ ہندو دوست بھارت چلے گئے، مسلمان دوست میسر آئے۔ وہ وقت بھی عجیب تھا کہ جذبۂ اسلام سب میں شدت سے پایا جاتا تھا۔ سب کے سب صوم و صلوٰۃ کے پابند تھے۔ صبح اور دوپہر کو تلاوتِ قرآن باقاعدگی سے کرتے تھے۔ میرے کانوں نے قرآن کی تلاوت نہایت ہی میٹھی پرکشش آواز میں پہلی بار 14 اگست 1947ء کو رات بارہ بجے ریڈیو پر سنی۔ "صحبت صالح ترا، صالح کند" کے مصداق مجھے بھی زندگی میں پہلی بار قرآن پاک پڑھنے کا شوق ہوا۔ میرے باپ کی دعاؤں نے اپنا اثر دکھایا اور میں عملاً مسلمان ہو گیا۔ مندر کے بجائے مسجد جانے لگا۔ میں بھی آہستہ آہستہ قرآن پاک پڑھتا تھا۔ مگر میرے دل میں ایک بات راسخ ہو چکی تھی کہ بغیر ترجمے کے قرآن پڑھنا دوسری زندگی میں تو مفید ہو گا مگر اس زندگی میں ہر گز مفید نہیں ہے۔ اس لیے میں قرآن کے عربی الفاظ کے ساتھ اردو ترجمے پر زیادہ غور کرتا تھا۔ میں نے ایک چھوٹا سا قرآن پاک خریدا۔ جو تاج کمپنی کا شائع کردہ تھا اور نیچے لفظی ترجمہ لکھا ہوا تھا۔ وہ آج بھی میرے پاس موجود ہے۔ میں ایک روز میں چند ہی آیات پڑھتا تھا اور ان کا ترجمہ ذہن میں رکھتا۔ آیات کو ملا کر نتائج اخذ کرتا رہتا تھا۔ اس طرزِ عمل پر میرا اختلاف بھی کچھ دوستوں سے ہوا۔
میں نے قرآن پاک میں پڑھا تھا:

كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ مُبٰرَكٌ لِّيَدَّبَّرُوْٓا اٰيٰتِهٖ وَلِيَتَذَكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ (صٓ : 29)

"یہ بابرکت کتاب ہم نے تمہاری طرف اس لیے نازل فرمائی ہے تاکہ لوگ اس کی آیتوں میں غور کریں اور تاکہ اہلِ فہم نصیحت حاصل کریں۔"

اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ اَمْ عَلٰى قُلُوْبٍ اَقْفَالُهَا (محمد:24)

"توکیا یہ لوگ قرآن میں غور نہیں کرتے؟ یا ان کے دلوں پر تالے لگے ہوئے ہیں؟"
میں نے سوچا کہ ۔
کیوں زیاں کار بنوں، سُود فراموش رہوں؟
فکرِ فردا نہ کروں، محوِ غم دوش رہوں!
(شکوۂ اقبال)

علماء سے اختلاف

مسلمانوں کی ہم نشینی کی وجہ سے کچھ علماء کرام کو سننے کا بھی اتفاق ہوا۔ میں نے مندر میں تعلیم پائی تھی اور بت پرستوں میں زندگی کا ایک حصہ گذار چکا تھا۔ اس لیے میں نے اُن علماء کرام کی یہ بات ماننے سے انکار کر دیاکہ مکہ کے کافر و مشرک اللہ کے منکر تھے اور پتھر کے بتوں کو خدا مان کر پوجا کرتے تھے۔یہ سوال ذہن میں رکھتے ہوئے میں نے قرآن کریم سے اس کا جواب تلاش کرنے کی کوشش کی۔میں

نے قرآن سے پڑھ لیا کہ کُفّارِمکہ بھی صرف ایک اللہ کو ہی اللہ ، خالقِ کُل، مالکِ کُل، حاجت رَوااور مشکل کُشا مانتے تھے۔ آپ کو اس بات سے حیرت ضرور ہو گی مگر قرآن پاک سے میرے اس دعوے کی تصدیق ہوتی ہے۔

کفارِ مکہ اور اللہ کا تصور

نبی اکرم ا کے بتائے ہوئے طریقے پر کفارِ مکہ نے چلنے سے انکار کر دیا۔ اللہ نے حکم فرمایا کہ ان سے اللہ کے بارے میں چند سوال پوچھو۔ جو جواب ان سے متوقع تھا وہ بھی نقل فرما دیا۔ فرمایا:

وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ فَاَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ اَللّٰهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَيَقْدِرُ لَهٗ ۭاِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ نَّزَّلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ مِنْۢ بَعْدِ مَوْتِهَا لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ (العنکبوت:61-63)

”اور اگر آپ اُن سے پوچھیں کہ کون ہے جس نے آسمان اور زمین کو پیدا کیا اور جس نے سورج اور چاند کو کام میں لگا رکھا ہے۔ تو وہ لوگ یہی کہیں گے کہ وہ اللہ ہی ہے۔ پھر(یہ لوگ) کدھر اُلٹے چلے جا رہے ہیں؟ اللہ ہی اپنے بندوں میں سے جس کیلئے چاہے روزی فراخ کر دیتا ہے۔ اور جس کیلئے چاہے تنگ کر دیتا ہے۔ بیشک اللہ ہی سب چیزوں کے احوال سے واقف ہے۔ اور اگر آپ ان سے پوچھیں کہ کون ہے جو آسمان سے پانی برساتاہے اور اُس سے مُردہ زمین کو زندگی بخشتاہے۔ تو وہ لوگ یہی کہیں گے کہ وہ بھی اللہ ہی ہے۔ آپ کہیے کہ تمام تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں مگر ان میں سے اکثر سمجھتے بھی نہیں ۔“

غور فرمائیں! میں بھی اکثر سوچتا تھا کہ اللہ کو سب کچھ مانتے بھی ہیں، جس کی گواہی خود اللہ پاک دے رہے ہیں تو پھر وہ بے عقل اور گُم کردہ راہ (بھٹکے ہوئے)کیوں قرار پائے تھے؟ پھر میں نے اور بھی پڑھا:

قُلْ مَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اَمَّنْ يَّمْلِكُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَمَنْ يُّخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَمَنْ يُّدَبِّرُ الْاَمْرَ فَسَيَقُوْلُوْنَ اللّٰهُ فَقُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ

”آپ کہیے کہ تم کو آسمان اور زمین سے رزق کون بہم پہنچاتا ہے؟ قوتِ سماعت و بصارت کا مالک کون ہے؟اور جاندار کو بے جان اور بے جان کو جاندارسے کون نکالتا ہے؟اورکون ہے جو(تمام) کاموں کی تدبیر کرتا ہے؟ پس یہ فورًا کہیں گے کہ اللہ ہی ہے ۔ “(یونس:31)

میں حیران اس بات پر تھا کہ اس طرح اللہ کو ماننے میں کیا نقص ہے!! ہم بھی تو اسی طرح مانتے ہیں مگر اس طرح ماننے والوں کو ”نہ ڈرنے والے“ فرمایا گیا ہے۔ آخر کیوں؟

پھر ارشاد ہوا:

﴿ وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ قُلِ الْحَمْدُلِلّٰهِ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَايَعْلَمُوْنَ ﴾ (لقمان:25)

”اور اگر آپ ان سے پوچھیں کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا ہے؟ تو کہیں گے کہ اللہ نے۔ آپ کہیے کہ تمام تعریفوں کے لائق تو اللہ ہی کی ذات ہے۔ مگر ان میں سے اکثر نہیں جانتے ۔ “

میں ان آیات کو دل میں جذبۂ جستجو دبائے ہوئے یکجا کرتا چلا گیا۔ حیران تھا کہ آخر نقص کیا ہے کہ ہماری طرح اللہ کو ماننے کے باوجود اِن لوگوں کو ”نہ جاننے والے“ قرار دیا گیا۔ پھر میں نے ارشادِ ربّا نی پڑھا۔

قُلْ لِّمَنِ الْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهَآ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ قُلْ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ قُلْ مَنْ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَرَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ قُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ قُلْ مَنْۢ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُوَ يُجِيْرُ وَلَا يُجَارُ عَلَيْهِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ قُلْ فَاَنّٰى تُسْحَرُوْنَ
(المؤمنون:84-89)

”ان کو فرمائیں کہ اگر تم کو کچھ علم ہے تو بتاؤ کہ زمین اور جو کچھ اس میں ہے کس کے لیے ہیں تو یہ فوراً کہیں گے کہ اللہ ہی کے لیے۔ ان کو فرمائیں کیا تم کچھ نصیحت نہیں لیتے ہو؟ ان کو فرمائیں کہ سات آسمانوں اور عرشِ عظیم کا پروردگار کون ہے؟ تو فوراً کہیں گے کہ اللہ۔ ان کو فرمائیں کہ کیا تم ڈرتے نہیں ہو؟ ان سے پوچھیے کہ اگر تم کو کچھ علم ہے تو بتاؤ کہ کس کے دست قدرت میں ہر چیز کی بادشاہی ہے؟ وہ پناہ دیتا ہے مگر اس کے مقابل کوئی پناہ نہیں دے سکتا یہ فوراً کہیں گے کہ اللہ ہی کی۔ ان کو فرمائیں کہ تم پر جادو کہاں سے چل گیا ہے ؟ “
جب میں نے یہ آیات پڑھیں تو دوسری باتوں کے علاوہ مجھے اس شعر کی صحت پر بھی سخت اختلاف ہوا :

خدا کا پکڑا چھڑا لے محمد (ﷺ)
محمد(ﷺ) کا پکڑا چھڑا کوئی نہیں سکتا

آخر کیوں اور کس طرح؟ جب کہ اللہ کے مقابل کوئی کسی کو پناہ نہیں دے سکتا۔ اگر آپ غور فرمائیں تو مندرجہ بالا آیات کو پڑھنے سے یہ بات صاف صاف سمجھ میں آتی ہے کہ کُفّارِ مکہ آسمان و زمین کا خالق، شمس و قمر کا پابندِ ضابطہ کرنے والا، رزق دینے کے علاوہ اس میں کمی و بیشی کرنے والا، ہر چیز کا کامل اور مکمل علم رکھنے والا، آسمانوں سے پانی نازل فرمانے والا، اس سے مردہ زمین کو جِلا بخشنے والا، مالکِ قوتِ سماعت و بصارت، مردہ چیز سے زندہ اور زندہ سے مردہ کا خالق، اس نا پیدا کنار کائنات کی منصوبہ بندی کرنے والا، زمین اور اس کے اندر کی ہر چیز کا مالک، سات آسمانوں اور عرشِ عظیم کا پروردگار جس کے دست قدرت میں ہر چیز ہے۔ ہر کسی کو پناہ دینے والا اور وہ جس سے کوئی بھی کسی کو پناہ نہیں دے سکتا۔ اللہ ہی کو مانتے تھے۔ اسی طرح جس طرح آج میں اور آپ مانتے ہیں۔ بلکہ میں قرآن میں یہ دیکھ کر حیران ہو گیا تھا کہ کفارِ مکہ دعائیں بھی اسی ایک اللہ سے مانگتے تھے۔ جس سے میں اور آپ مانگتے ہیں۔ لیجیے آپ بھی پڑھیے۔

وَاِذْقَالُوا اللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ هٰذَا هُوَالْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ فَاَمْطِرْعَلَيْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَآءِ اَوِئْتِنَا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ (الأنفال: 32)

”اور جب انہوں نے کہا کہ اے ہمارے اللہ اگر یہ تیری طرف سے حق ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا ،یا کوئی درد ناک عذاب ہم پر لے آ ۔ “
یہ اس وقت کی بات ہے جب کفارِ مکہ ہمارے نبی اکرم ا کی تبلیغ کے بڑھتے ہوئے اثر کو روک نہ سکے تو تھک ہار کر ابوجہل نے خانۂ کعبہ کا طواف کرتے ہوئے اس کے غلاف کو پکڑ کر یہ دعا مانگی تھی۔ مگر آپ اس بحث میں نہ پڑیں کہ یہ کون تھا اور اس نے کس وقت کس حالت میں دعا مانگی تھی۔ آیت صاف بتا رہی ہے کہ کوئی منکرِ قرآن ہی تھا۔ پھر میں نے پڑھا :

وَقَالُوْا رَبَّنَا عَجِّلْ لَّنَا قِطَّنَا قَبْلَ يَوْمِ الْحِسَابِ (صۗ:16)

”اور(یہ لوگ)کہتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار! ہمارا حصہ یومِ حساب سے قبل ہم کو دے ڈال ۔ “

میں جوں جوں یہ آیات پڑھتا گیا، میری حیرت بڑھتی گئی۔ یہ بات بھی عجب ہے کہ ایک قوم ہر چیز کا مالک و خالق بھی ہماری طرح اللہ ہی کو مانے اور ہر مشکل وقت پر دستِ دعا بھی اسی کے سامنے دراز کرے، جس کے سامنے ہم کرتے ہیں۔ پھر بھی ہمیں تو اتنا دعوائے مسلمانی ہو، اور وہ کافر قرار پائے؟ اسے بات بات پر فرمایا جائے: ”تم کہاں گھوم رہے ہو ؟ “... ”ان میں سے اکثر بے عقل ہیں“ ... ”کیا تم ڈرتے نہیں ہو ؟“ ... ”ان میں سے اکثر بے علم ہیں“ ... ”کیا تم نصیحت نہیں لیتے ہو ؟ “ ... ”تم کہاں سے سحرزدہ ہو گئے ہو ؟ “... وغیرہ وغیرہ۔ اس الجھن کو بھی قرآن کریم نے دور فرما دیا۔

کافر کیوں؟ ....

میں کفارِ مکہ اور نبی اکرم ﷺ کے درمیان جھگڑے کی اصل وجہ دریافت کرنے کے لیے بے قرار ہو گیا۔ یہ کتابِ مقدس جو کہ:

﴿ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَالْفُرْقَانِ ﴾ (البقرة:185)

”یہ لوگوں کے لیے ہدایت ہے، اور ہدایت کو بیان فرما کر حق و باطل میں فرق کو نمایاں کرنے والی کتاب ہے ۔ “

اس میں، میں نے ایک آیت پڑھی۔ لیجئے، آپ بھی پڑھیں اور اپنی پریشانی میری طرح دور کر لیں۔

﴿ وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللهِ مَالَايَضُرُّهُمْ وَلَايَنْفَعُهُمْ وَيَقُوْلُوْنَ هٰٓؤُلَآءِ شُفَعَآؤُنَا عِنْدَ اللهِ قُلْ اَتُنَبِّئُوْنَ اللهَ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِى السَّمٰوٰتِ وَلَا فِى الْاَرْضِ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴾ (یونس:18)

”اور یہ اللہ کے سوا ان لوگوں کی عبادت کرتے ہیں جو ،اِن کونہ نقصا ن پہنچا سکتے ہیں اور نہ ہی فائدہ دے سکتے ہیں۔ اور یہ کہتے ہیں کہ یہ اللہ کے حضور ہماری سفارش کرتے ہیں۔ ان کو فرما دیں کہ کیا تم اللہ کو آسمان اور زمین کی ان چیزوں کی خبر دے رہے ہو جن کا اس کو علم نہیں ہے؟تمہارے شرک سے اللہ پاک اور بلند و بالا ہے ۔ “

غور فرمائیں!کہ اس آیت میں ان لوگوں کا اصل قصور بتایا گیا ہے۔ اور اللہ پاک کے ہاں کسی فوت شدہ بزرگ کی روح کو پکارنا کہ وہ سفارش کرے، اسی کو اللہ پاک نے شرک قرار دیا ہے۔ پھر اسی قرآن ہی میں لکھا ہوا میں نے پڑھا۔ لیجیے آپ بھی پڑھیں:

﴿ وَالَّذِيْنَ ا تَّخَذُ وْمِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ مَا نَعْبُدُ هُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَآ اِلَى اللهِ زُلْفٰى ﴾ (الزُّمر:3)

”جن لوگوں نے اللہ کے علاوہ دوسروں کو ولی بنا رکھا ہے(ان کی بابت وہ کہتے ہیں کہ) ہم ان کی بندگی اس غرض کے لیے ہی کرتے ہیں کہ یہ ہم کو اللہ کے قریب کر دیں ۔ “

خلاصۂ کلام

قرآن پاک کے پڑھنے سے یہ بات ظاہر ہوئی کہ کفارِ مکہ بھی ہندو کی طرح ایک اللہ کے منکر نہ تھے۔ جبکہ وہ اسی سے دعائیں مانگتے تھے مگر اس کے ساتھ بزرگوں کی عبادت بھی کرتے تھے۔ یعنی ان اولیاء کی نذر و نیاز اور چڑھاوے بھی دیتے تھے۔ ان کے نام کے وظیفے بھی کرتے تھے کہ ان کی روحوں کو خوش کر لیا جائے تو یہ ہماری سفارش کرتے ہیں اور قربِ الٰہی کا ذریعہ ہیں ورنہ کہاں اللہ اور کہاں یہ آدمِ خاکی۔ بس یہ تھا فرق اور یہ تھا جھگڑا۔ ذرا غور کرنے پر میری روح لرز گئی کہ ہمارے مسلمان بھی تو یہی کچھ کر رہے ہیں۔ اگر آپ بھی ایسا کرتے ہیں تو آج ہی توبہ کر لیں۔ آئیے اب سفارش کی حقیقت پر غور کریں۔

سفارش کی حقیقت

دنیا میں سفارش کے بل بوتے پر قدرت کا یہ شاہکار انسان وہ فعل کر گزرتا ہے کہ ”الامان“ ۔ یہ قتل و غارت میں مصروف ہے۔ سفارش کے بل بوتے پر صاف بچ بھی جاتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ انسانوں میں کمزوریاں ہوتی ہیں۔ ایک انسان دوسرے انسان کی محتاجی محسوس کرتا ہے۔ سفارش ماننی پڑتی ہے چاہے غلط ہو یا درست۔ مگر اللہ قادرِ مطلق پر یہ مثال صادق نہیں آتی۔ کیونکہ اللہ پر کسی کا دباؤ نہیں۔ اللہ نے ایک سوال پوچھا ہے:

﴿ ضَرَبَ لَكُمْ مَّثَلاً مِّنْ اَنْفُسِكُمْ هَلْ لَّكُمْ مِّنْ مَّامَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ مِّنْ شُرَكَآءَ فِىْ مَارَزَقْنٰكُمْ فَاَنْتُمْ فِيْهِ سَوَآءٌ تَخَافُوْنَهُمْ كَخِيْفَتِكُمْ اَنْفُسَكُمْ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ﴾ (الروم: 28)

”تمہارے لیے ہم تمہاری ہی جانوں سے ایک مثال پیش کرتے ہیں(وہ یہ کہ) کیا تمہارے غلام تمہاری اس دولت میں برابر کے شریک ہو سکتے ہیں۔ جو تم کو ہم نے دی ہوئی ہے؟ کیا تم ان سے اسی طرح ڈرنے لگتے ہو۔ جس طرح تم آپس میں ایک دوسرے سے یا اپنے آپ سے ڈرتے ہو؟ اسی طرح ہم صاحبِ عقل لوگوں کے لیے آیات بیان کرتے ہیں۔“

غور فرمائیں ! کہ آپ اللہ کے دیئے ہوئے اختیارات میں ،جو آپ کے اپنے بھی نہیں ہیں

کسی کی مداخلت گوارا نہیں کرتے ،تو اللہ کے لیے اس طرح کا تصور کیوں رکھتے ہیں؟ اللہ تو کسی کی سفارش مان لینے پر مجبور نہیں ہے۔ بلکہ اس کی اجازت کے بغیر وہاں کوئی سفارش کر ہی نہیں سکے گا۔
نبی اور ولی سب مجبور ہیں واں

اللہ کی اجازت کے بغیر سفارش

ارشادِ ربانی دیکھئے۔

﴿ لَہٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَافِی الْاَرْضِ مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَہٗ اِلَّابِاِذْنِہٖ یَعْلَمُ مَابَیْنَ اَیْدِیْھِمْ وَمَا خَلْفَھُمْ ﴾ (البقرۃ:255)

”آسمان و زمین کی ہر چیز صرف اسی کی ملکیت ہے۔ کون ہے جو اس کی اجازت کے بغیر سفارش کرے؟ وہ تو ان کے سامنے اور پیچھے کی ہر چیز کو جانتا ہے ۔ “

گویا سفارش تو اس کے سامنے ہوتی ہے جو خود کمزور ہو اور اس کو ڈر ہو کہ اگر میں نے سفارش نہ مانی تو یہ سفارش کرنے والا ناراض ہو جائے گا اور میرا کوئی نقصان کرے گا ، یا جب مجھے اس کی ضرورت ہو گی تو یہ میرے کام نہیں آئے گا۔
دوسری صورت یہ ہوتی ہے کہ جس کے سامنے سفارش کی جاتی ہے اس کی معلومات محدود ہوتی ہیں اس کو بتانے کی ضرورت پڑتی ہے کہ جو آپ کے علم میں نہیں آیا وہ میں جانتا ہوں۔ اگر آپ میری بات پر یقین نہ کریں گے تو آپ ظلم کر بیٹھیں گے، بے انصافی ہو گی۔ اس کو بھی سفارش کرنے والے پر یقین کرنا پڑتا ہے کہ شاید یہ سفارش کرنے والا درست ہی کہہ رہا ہو۔ مگر اللہ کے ذمہ آپ کوئی کمزوری منسوب کر ہی نہیں سکتے۔ پھر سفارش کی حقیقت کیا ہے؟ سوچئے۔ ارشاد ہوا ہے:

﴿ اَمِ اتَّخَذُوْامِنْ دُوْنِ اللہِ شُفَعَآءَ قُلْ اَوَلَوْ کَانُوْا لَا یَمْلِکُوْنَ شَیْئًا وَّ لَا یَعْقِلُوْن قُلْ لِّلّٰہِ الشَّفَاعَۃُ جَمِیْعًا ﴾ (الزمر:43-44)

”کیا ان لوگوں نے اللہ کے سوا سفارشی پکڑ رکھے ہیں؟ ان کو فرما دیں کہ چاہے ان کے پاس نہ سمجھ ہو اور نہ اختیار؟ فرما دیں کہ سفارش کا حق مکمل اللہ ہی کے لئے ہے ۔ “

اعلانِ عام!

پھر دیکھئے:

﴿ قُلِ ادْعُواالَّذِیْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللہِ لَایَمْلِکُوْنَ مِثْقَالَ ذَرَّۃٍ فِی السَّمٰوٰتِ وَلَافِی الْاَرْضِ وَمَا لَھُمْ فِیْھِمَا مِنْ شِرْکٍ وَّمَا لَہٗ مِنْھُمْ مِّنْ ظَھِیر وَلَاتَنْفَعُ الشَّفَاعَۃُ عِنْدَہٗ اِلَّالِمَنْ اَذِنَ لَہٗ ﴾ (سبا:22-23)

”ان کو فرما دیں کہ اللہ کے سوا تم کو جن پر گمان ہے ان کو پکار کر دیکھ لو۔ ان کو تو آسمانوں اور زمین میں ذرہ برابر بھی اختیار نہیں ہے۔ ان کو کسی چیز میں دخل تک کی ہمت نہیں ۔ ان میں سے کوئی اللہ کا مدد گار بھی نہیں ہے اس کے ہاں اس کی اجازت کے بغیر کسی سفارش کا کوئی فائدہ نہیں۔ “
پھر اعلانِ عام دیکھئے:

﴿ مَا مِنْ شَفِيْعٍ اِلَّا مِنْ بَعْدِاِذْنِہٖ ◆ ذٰلِكُمُ اللهُ رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ اَفَلَا تَذَكَّرُون ﴾ (یونس:3)

"اس کے اِذن کے بغیر کوئی سفارش کرنے والا نہیں ہے۔ یہ ہے اللہ ،جو تمہارا پروردگار ہے۔ پس تم اس کی عبادت کرو۔ کیا تم نصیحت نہیں حاصل کرتے ؟ "

اِذن کیا ہے؟

اب سمجھنے کی بات یہ ہے کہ یہ اِذن کیا ہے؟ جب میں نے بار بار پڑھا کہ اللہ پر کسی کا دباؤ نہیں ہے کوئی اس کے کام میں دخل دینے کا مجاز نہیں اور کوئی سفارش اس کے اِذن کے بغیر سود مند نہیں۔ تو میرے ذہن میں سوال ابھرا کہ یہ اِذن کیا ہے؟ یہ کس طرح حاصل ہوتا ہے؟ اللہ تک رسائی کے لیے کیا ذریعہ ہونا چاہیئے؟

ان سوالات کا جواب مجھے قرآن کریم نے جو دیا ہے وہ میں آپ کے سامنے رکھوں گا۔ مگر اس سے پہلے آپ ان لوگوں کے بارے میں پڑھ لیں جنہوں نے اللہ سے اِذن لیے بغیر سفارش کر دی تھی اور ان کی سفارش کوئی فائدہ نہ پہنچا سکی تھی۔

نوح علیہ السلام کا قصہ

نوح علیہ السلام اللہ کے نبی تھے۔ ان کی قوم میں وہی شرک کی بیماری پھیلی ہوئی تھی جس میں اہلِ مکہ مبتلا تھے۔ ان کی اصلاح سیدنا نوح علیہ السلام کے سپرد کی گئی۔

﴿ اِنَّآ اَرْسَلْنَا نُوْحًااِلٰی قَوْمِہٖٓ اَنْ اَنْذِرْقَوْمَکَ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّأْتِيَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْم ﴾ (نوح:1)

"ہم نے نوح علیہ السلام کواس کی قوم کی طرف بھیجا تا کہ اپنی قوم کو دردناک عذاب کے آنے سے پہلے ڈرا لے۔ "

﴿ فَلَبِثَ فِيْهِمْ اَلْفَ سَنَةٍ اِلَّاخَمْسِيْنَ عَامًا ﴾ (العنکبوت:14)

"پس وہ ان میں پچاس کم ہزار برس (۹۵۰ برس) رہے ۔ "

اس ساڑھے نو سو برس میں سے قبل از بعثت چالیس برس کا عرصہ نکال بھی دیں۔ پھر بھی سیدنا نوح ں نو سو دس برس اس قوم میں فرائضِ منصبی ادا فرماتے رہے۔ مگر اس قوم کے سرداروں نے ڈھنڈورا پیٹ دیا:

﴿ وَقَالُوْالَا تَذَرُنَّ اٰلِهَتَكُمْ وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّاوَّلَا سُوَاعًا وَّلَايَغُوْثَ وَيَعُوْقَ وَنَسْرًا ﴾ (نوح:23)

"انہوں نے کہا تم اپنے معبودوں کو مت چھوڑو۔ تم وَد کو، سُواع کو، یغوث کو، یعوق کو اور نسر کو مت چھوڑو۔ "

یہ پانچوں، قومِ نوح علیہ السلام کے صالح لوگ تھے۔ جن کو موت کے بعد لوگوں نے اللہ تک پہنچنے کا ذریعہ بنا رکھا تھا۔ نوح علیہ السلام عرصۂ دراز تک قوم کی سختیاں برداشت فرماتے رہے۔ اپنے بس میں نہ تھا کہ قوم کو سیدھی راہ پر ڈال دیں یا ان کا کچھ بگاڑ لیں۔ گستاخیاں برداشت کرتے کرتے پیمانۂ صبر لبریز ہو گیا اور نوح علیہ السلام اللہ کے سامنے فریاد کناں ہوئے:

﴿ فَدَعَا رَبَّہٗٓ اَنِّیْ مَغْلُوْبٌ فَانْتَصِرِ ﴾ (القمر:10)

"پس اس نے اپنے رب کو پکارا کہ میں مغلوب ہوں، میری نصرت فرما۔ "

پھر اپنی زندگی بھر کی روداد بیان کرتے ہوئے اللہ کی عدالت میں استغاثہ دائر کر دیا۔ آخر میں یوں عرض کی:

﴿ رَبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ دَيَّارًا اِنَّكَ اِنْ تَذَرْهُمْ يُضِلُّوْا عِبَادَكَ وَلَا يَلِدُوْٓا اِلَّا فَاجِرًا كَفَّارًا رَبِّ اغْفِرْلِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَلِمَنْ دَخَلَ بَيْتِيَ مُؤْمِنًا وَّلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ وَلَاتَزِدِالظّٰلِمِيْنَ اِلَّا تَبَارًا ﴾ (نوح:28-26)

”اے میرے پروردگار، رُوئے زمین پر کفار کا کوئی گھر نہ چھوڑ۔ اگر تو نے چھوڑ دیا تو یہ تیرے بندوں کو گمراہ کر دیں گے اور ان سے جو بھی جنم لے گا بدکار اور کافر ہی ہو گا۔ اے میرے پروردگار مجھے، میرے والدین کو، اور جو میرے گھر میں مومن ہو کر داخل ہوں، ان تمام مومن مردوں اور عورتوں کو معاف فرما دے، اور ظالموں کو بربادی و ہلاکت ہی میں زیادہ کر ۔“
چنانچہ حکم ہوا:

﴿ وَاصْنَعِ الْفُلْكَ بِاَعْيُنِنَا وَوَحْيِنَا وَلَا تُخَاطِبْنِيْ فِى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اِنَّهُمْ مُّغْرَقُوْنَ ﴾ (هود: 37)

”ہماری نگرانی میں ہماری وحی کے مطابق تو کشتی بنا، اور ظالموں کے بارے میں مجھ سے مخاطب نہ ہونا ، وہ غرق کر دیئے جائیں گے ۔“
پھر اس قوم کے لیے وہ دن آگیا:

﴿ فَفَتَحْنَآ اَبْوَابَ السَّمَآءِ بِمَآءٍ مُّنْهَمِرٍ وَّفَجَّرْنَا الْاَرْضَ عُيُوْنًا فَالْتَقَى الْمَآءُ عَلٰٓى اَمْرٍ قَدْ قُدِرَ ﴾ (القمر:12-11)

”پس ہم نے آسمان کے دروازے موسلا دھار بارش کے ساتھ کھول دیئے اور زمین کو پھاڑ کر چشموں میں تبدیل کر دیا۔ یہ پانی مل کر اس کام پر لگ گیا جو اُن کا مقدر بنایا جا چکا تھا۔“

﴿ حَتّٰىٓ اِذَا جَآءَ اَمْرُنَا وَفَارَ التَّنُّوْرُ قُلْنَا احْمِلْ فِيْهَا مِنْ كُلٍّ زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ وَاَهْلَكَ اِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَيْهِ الْقَوْلُ وَمَنْ اٰمَنَ وَمَآ اٰمَنَ مَعَهٗٓ اِلَّا قَلِيْلٌ ﴾ (هود: 40)

”یہاں تک کہ جب ہمارا حکم آگیا اور تنور نے (پانی کا) جوش مارا، ہم نے حکم دیا کہ اس میں ہر قسم کے دو دو جوڑے معہ اپنے اہل کے سوار کر لو۔ ان لوگوں کو چھوڑ دو جن کے لیے (عذاب کا) فیصلہ ہو چکا ہے۔ اہلِ ایمان کو بھی سوار کر لو۔ اس کے ساتھ تھوڑے ہی لوگ ایمان لائے ہوئے تھے۔“
غور فرمائیں۔اللہ نے چاہا تو بات سمجھ میں آ جائے گی کہ ”اہل“ کو سوار کرنے کا حکم دیتے ہوئے ارشاد ہوا تھا کہ اُن کو سوار نہ کرنا جن کے لیے عذاب مقدر ہو چکا ہے۔ پھر فرما دیا کہ ظالموں کے بارے میں مجھ سے مخاطب نہ ہونا۔ آپ حیران ہونگے کہ ان بد نصیبوں میں نوح ں کا اپنا بیٹا بھی تھا۔ جسے خطرے میں دیکھ کر شفقتِ پدری نے جوش مارا کہ اللہ کی طرف سے عائد کی ہوئی پابندی بھول گئی۔

﴿ وَنَادٰى نُوْحُ نِ ابْنَهٗ وَكَانَ فِيْ مَعْزِلٍ يّٰبُنَيَّ ارْكَبْ مَّعَنَا وَلَا تَكُنْ مَّعَ الْكٰفِرِيْنَ قَالَ سَاٰوِيْٓ اِلٰى جَبَلٍ يَّعْصِمُنِيْ مِنَ الْمَآءِ قَالَ لَا عَاصِمَ الْيَوْمَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ وَحَالَ بَيْنَهُمَا الْمَوْجُ فَكَانَ مِنَ الْمُغْرَقِيْنَ وَقِيْلَ يٰٓاَرْضُ ابْلَعِيْ مَآءَكِ وَيٰسَمَآءُ اَقْلِعِيْ وَغِيْضَ الْمَآءُ وَقُضِيَ الْاَمْرُ وَاسْتَوَتْ عَلَى الْجُوْدِيِّ وَقِيْلَ بُعْدًا لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴾ (هود 44-42)

” اور نوحؑ نے اپنے بیٹے کو پکارا جو کہ علیحدہ ایک کنارے پر تھا ،کہ اے بیٹے ہمارے ساتھ سوار ہو جا اور کافروں کے ساتھ مت ہو۔ وہ کہنے لگا کہ میں اس پہاڑ پر پناہ لے لوں گا جو کہ مجھ کو پانی سے بچا لے گا۔ فرمایا کہ آج اللہ کے حکم سے کوئی نہیں بچا سکتا۔ سوائے اس کے جس پر اللہ خود ہی رحم فرمائے۔ اور ایک موج ان

دونوں کے درمیان حائل ہو گئی اور وہ غرق کر دیئے گئے لوگوں میں سے ہو گیا۔ اور
حکم ہوا کہ اے زمین اپنا پانی نگل جا اور اے آسمان تھم جا۔ تو پانی خشک ہو گیا اور
معاملہ نمٹا دیا گیا۔ اور کشتی، کوہِ جودی پر جا ٹھہری ۔اور کہہ دیا گیا کہ ظالموں کے
لئے دُوری ہو ۔ “
مگر شفقتِ پدری پھر بھی باز نہ آئی تو اللہ کے حضور یوں فریاد کناں ہوئے:

﴿ وَنَادٰی نُوحٌ رَّبَّہٗ ◆ فَقَالَ رَبِّ اِنَّ ابْنِیْ مِنْ اَہْلِیْ وَاِنَّ وَعْدَکَ الْحَقُّ وَاَنْتَ اَحْکَمُ الْحٰکِمِیْنَ
قَالَ یٰنُوْحُ اِنَّہٗ ◆ لَیْسَ مِنْ اَہْلِکَ اِنَّہٗ عَمَلٌ غَیْرُ صَالِحٍ فَلَا تَسْئَلْنِ مَا لَیْسَ لَکَ بِہٖ ◆ عِلْمٌ اِنِّیْٓ
اَعِظُکَ اَنْ تَکُوْنَ مِنَ الْجٰہِلِیْنَ قَالَ رَبِّ اِنِّیْٓ اَعُوْذُبِکَ اَنْ اَسْئَلَکَ مَا لَیْسَ لِیْ بِہٖ عِلْمٌ وَاِلَّا
تَغْفِرْلِیْ وَتَرْحَمْنِیْٓ اَکُنْ مِّنَ الْخٰسِرِیْنَ ﴾ (ھود :45-47)

”نوح نے اپنے پروردگار کو پکارتے ہوئے کہا اے میرے پروردگار! بے شک میرا بیٹا بھی تو
میرے اہل میں سے ہے اور تیرا وعدہ بھی حق ہے اور تو حاکموں کا حاکم ہے۔ جواب
آیا کہ اے نوح ں وہ تیرے اہل میں سے نہیں ہے۔ کیونکہ اس کے عمل غیر صالح ہیں۔
پس جس بات کا تم کو علم نہ ہو اس کے بارے میں مجھ سے سوال مت کرو۔میں تم
کو نصیحت کرتا ہوں۔ تاکہ تم جاہلوں میں سے نہ ہو جاوٴ۔ عرض کیا کہ اے میرے
پروردگار! میں اُس بات سے متعلق سوال کرنے سے ، جس کا مجھے علم نہ ہو، تیری
پناہ چاہتا ہوں۔ اگر تو نے میری مغفرت فرما کر مجھ پر رحمت نہ فرمائی تو میں
زیاں کاروں میں سے ہو جاوٴں گا ۔ “
دیکھ لیا آپ نے کہ نظامِ الٰہی میں سب بے بس ہیں۔ کفار کو سزا دینا بس میں ہے۔
نہ گرفتار شدہ بیٹے کو چھڑانا بس میں۔ وہ تھی بغیر اِذن کے سفارش اور یہ تھا اس کا
حشر۔ اس مقام پر میرا یہ عقیدہ تار تار ہو گیا کہ یاروں کو یاروں کی ماننی ہی
پڑتی ہے۔ یہ بات اللہ کے بارے میں غلط ہے۔ بلکہ اللہ کے بارے میں ”یار“ کا لفظ
استعمال کرنا بھی موزوں نہیں۔ اس کو مجبور کوئی نہیں کر سکتا۔ ادھر ہم ہیں کہ
ہر مفت خورے ملنگ اور پیر فقیر سے امیدیں باندھ رکھی ہیں۔ کبھی سوچنا چاہیے کہ
ساڑھے نو سو برس تبلیغ کرنے والے نبی ں اپنے جگر گوشے کے لیے اللہ سے اپنی بات نہ
منوا سکے تو ”کیاپِدّی اور کیا پِدّی کا شوربا“ اُن لوگوں سے کیا امید ہو سکتی ہے۔ جو
اپنے لیے بھی صفر ہیں اور دوسروں کے لیے بھی صفر۔ برائے کرم انصاف فرمائیں اور
اگر غلط عرض کر رہا ہوں تو مجھے حق سے آگاہ فرمائیں۔ فرقہ پرستی گناہ ہے۔
اس خول سے باہر نکل کر قرآن پر غور فرمایئے۔ تعصب سے رب کی پناہ مانگئے۔
ایک غلط فہمی اور بھی پیدا ہو سکتی ہے کہ دوسرے انبیاء کرام علیہم السّلام کو تو
اختیارات نہیں ،مگر ہمارے نبی ا اِمام الانبیاء ہیں۔ اُن کو تو مختارِ کُل بنایا گیا ہے۔ ان
کی روح کو پکار کر اپنی حاجات پیش کرنا جائز ہیں۔ اس سلسلہ میں قرآن کریم کی
اس آیت پر غور فرمائیے جس میں اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبر سے کہلوا رہا ہے۔ تاکہ امت
کے دماغوں کی اصلاح ہو جائے۔

﴿ قُلْ لَّآ اَمْلِکُ لِنَفْسِیْ نَفْعًا وَّلَاضَرًّا اِلَّا مَاشَآءَ اللہُ ﴾ (الاعراف:188)

”فرما دیں کہ میں تو اللہ کی مشیت (مرضی)کے بغیر اپنی جان کے لیے بھی نفع و
نقصان کا اختیار نہیں رکھتا ۔ “
یہی حکم پارہ 11 سورة یونس رکوع 5 میں بھی دیکھئے ۔
پھر سردارِ دو جہاں ﷺ کی زندگی پر غور فرمائیں تو ان آیات کی تصدیق ہوتی ہے۔
مثلاً سیدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ ابو یوسف

کہ وہاں گیا جو کہ نبی اکرم ا کے صاحبزادے ابراہیم رضی اللہ عنہ کی دایہ کے خاوند
تھے۔ نبی اکرمؐ نے ابراہیم رضی اللہ عنہ کو گود میں لیا، بوسہ لیا اور سونگھا ،یعنی
اپنی ناک اور منہ کو ان کے منہ پر اس طرح رکھا جس طرح کوئی سونگھتا ہے۔ اس
کے کچھ دن بعد پھر ابو یوسف کے ہاں گئے۔ ابراہیم رضی اللہ عنہ اُس وقت حالتِ
نزع میں تھے۔ رسول اللہ ا کی آنکھیں ان کو دیکھ کر بہنے لگیں۔ عبدالرحمن بن عوف
ر ضی اللہ عنہ نے عرض کیا :”یا رسول اللہ ا ! آپ بھی روتے ہیں؟“ آپ نے فرمایا: ”اے
ابنِ عوف (رضی اللہ عنہ)! یہ آنسو رحمت ہیں۔“ اس کے بعد پھر آپؐ کی آنکھوں
سے آنسو جاری ہو گئے اور آپ ؐنے فرمایا:

((اِنَّ الْعَیْنَ تَدْمَعُ، وَالْقَلْبَ یَحْزُنُ، وَلَا نَقُوْلُ اِلَّا مَا یَرْضٰی رَبُّنَا وَاِنَّابِفَراقِکَ یَا اِبْرَاھِیْمُ
لَمَحْزُوْنُوْنَ)) (صحیح البخاری،الجنائز، باب قول النبیا، انابک لمحزونون،ح:1303)

”آنکھیں آنسو بہاتی ہیں اوردِل غمگین ہے ،اور ہم اپنی زبان سے صرف وہی بات
کہتے ہیں جس پر ہمارا پروردگار راضی ہو۔ اے ابراہیم! بے شک میں تیری جدائی سے
غمگین ہوں ۔ “
یہ ہے اللہ، اور یہ ہے بندہ جو کہ اس کی مشیت کے سامنے بالکل بے بس ہے۔ میں
ایک عرصے تک اسی سوچ میں غرق رہا کہ آخر کسی مکان کی چھت پر چڑھنے کے لیے
سیڑھی ہونی چاہیے۔ کسی عظیم المرتبت شخصیت تک رسائی حاصل کرنے کے لیے
Proper Channels (مناسب واسطے) ہوتے ہیں۔ آخر اللہ تک پہنچنے کے لیے بھی تو یہ
بزرگ Proper Channel ہی ہیں نا؟ اُس کا اِذن حاصل کرنے کے لیے بھی تو کوئی وسیلہ
چاہیئے۔ وہ وسیلہ بھی آپ کو ضرور بتاؤں گا، مگر اس سے پہلے نبی صلی اللہ علیہ
وسلم کی زندگی کے کچھ واقعات مختصرًاپڑھ لیں۔
1۔ جنگِ احدمیں بہت سے مسلمان شہید ہو گئے۔ خود نبی اکرمؐ کے شفیق چچا
سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ بھی شہید ہو گئے۔ اس دکھ کو آ پؐ کبھی نہ بھلا سکے۔
ان کا قاتل” وحشی“ مسلمان ہو گیا ،مگر آپ ؐنے فرمایاکہ کبھی میری آنکھوں کے
سامنے نہ آؤ۔ کیونکہ مجھے چچا یاد آئیں گے۔ نبیؐ کے دانت مبارک بھی شہید ہوئے
اور ضربیں بھی آئیں۔ یہ سب اللہ کی مشیت تھی۔ ورنہ کون صدمے اٹھانے کا شوق
رکھتا ہے؟
2۔ آپ ؐطائف میں تبلیغ کی غرض سے تشریف لے گئے۔ زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ
آپ ؐ کے ہمراہ تھے۔سردارانِ طائف نے آپ ؐ کی دعوت کو قبول نہ کیا، بلکہ غنڈوں
کو آپ ا کے پیچھے لگا دیا، جو گستاخیاں کرتے رہے۔ اور آپؐ کی ذاتِ بابرکت پر پتھر
برساتے رہے۔ جسمِ مبارک زخمی ہو گیا، خون بہہ کر جوتی بھی پاؤں کے ساتھ جم
گئی۔آپ ؐ کا جی گھبرانے لگا، مگر لونڈے آپ کو بیٹھنے بھی نہ دیتے تھے۔ پتھر مار کر
چلنے پر مجبور کر دیتے تھے۔ یہ تھی اللہ کی مشیت اور وہ تھی اُسکے بندے کی ، اُس
کی مشیت کے سامنے مجبوری و بے بسی۔ علاوہ ازیں بہت سے واقعات ان آیات کی
تصدیق کرتے ہیں، مگر اختصار کی خاطر ان کو چھوڑ رہا ہوں۔

ایک اور غلط فہمی کا اِزالہ

ایک کرم فرما نے میرے ذہن کو ایک عجیب ہی چکر میں ڈال دیا تھا۔ آپ اس سے بچ
جائیں۔ وہ یہ کہ وہ تو نبی ہیں۔ ان کا معاملہ تو اللہ کے ساتھ ہے۔ ان کے لیے تو
صرف اللہ ہی جو کرے سو کرے۔ کیونکہ ان کی سفارش تو وہی کرے جو اُن سے بڑا
ہو۔ ہمارے لیے تو وہی سفارش کر سکتے ہیں۔ وہ ہمارے لیے وسیلہ ہیں۔ میری غلط

فہمی کو قرآن پاک نے یوں رفع فرما دیا :

﴿ قُلْ اِنِّیْ لَآ اَمْلِکُ لَکُمْ ضَرًّاوَّلَا رَشَدًا ﴾ (الجن:21)

”فرما دیں کہ میں تمہارے لیے کسی بھی نفع و نقصان کا اختیار نہیں رکھتا ۔ “
اس کی تصدیق مجھے یوں ملی کہ رئیس المنافقین منافق عبداللہ بن ابی مر گیا۔ اس نے زندگی میں بظاہر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو راضی کرنے کی کوشش کی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اپنا کُرتہ بھی پہنایا۔ اس پر نمازِ جنازہ بھی پڑھی اور دعائے مغفرت بھی فرمائی مگر چونکہ اللہ کا اِذن نہیں تھا۔ اس لیے رحمتِ دو جہاں ا کو اللہ کی طرف سے جواب آگیا:

﴿ اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْلَاتَسْتَغْفِرْلَهُمْ اِنْ تَسْتَغْفِرْلَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَنْ يَّغْفِرَاللّٰهُ لَهُمْ ﴾ (التوبۃ:80)

”آپ ا اُن کے لیے بخشش مانگیں یا نہ مانگیں۔ بلکہ اگر آپ ا اُن کے لیے ستر بار بھی بخشش مانگیں تب بھی اللہ ان کو معاف نہیں فرمائے گا ۔ “
بلکہ آئندہ کے لیے ایک قانون بنا دیا:

﴿ مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ وَلَوْ كَانُوْٓا اُولِيْ قُرْبٰى مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُمْ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ﴾ (التوبہ:113)

”نبی اور اہلِ ایمان کے لائق ہی نہیں کہ وہ مشرکوں کے لیے دعائے مغفرت کریں، اگرچہ وہ ان کے قریبی بھی ہوں، جب کہ یہ ظاہر ہو جائے کہ وہ اہلِ جہنم ہیں ۔ “

پھر فرمایا:

﴿ وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ ﴾ (التوبہ:84)

”اگر ان میں سے کوئی مر جائے تو اس پر نماز(جنازہ) بھی نہ پڑھیں بلکہ اس کی قبر پر بھی کھڑے نہ ہوں ۔ “

دوسرا رخ

یہ تو تھا بھلائی کا ارادہ بغیر اِذن کے جو پورا نہ ہوا۔ اب دوسرا رخ لیجئے۔
بحوالہ بخاری و مسلم ،مشکوٰۃ شریف میں یہ حدیث درج ہے کہ نبی رحمتﷺ نے ایک قوم کی درخواست پر ان کو تعلیم دینے کے لیے ستر قاریوں کو ان کے ساتھ روانہ فرمایا۔ اس قوم کی طرف سے یہ ایک فریب تھا۔ قاریوں کو شہیدکر دیا گیا۔ اس ظلم کی خبر مجسمۂ رحمتﷺکو ہوئی تو سخت دکھ ہوا۔ آپ ﷺنے ایک ماہ لگا تار نمازِ فجر میں قنوتِ نازلہ کے ساتھ ان قاتلوں کے لیے بددعا فرمائی اور شہدأ کے لیے دعائے رحمت فرمائی۔ الفاظ یہ تھے:
”اے اللہ! ولید بن ولید کو، سلمہ بن ہشام کو اور عیاش بن ابی ربیعہ کو نجات دے۔ اور اے اللہ! قومِ مضر پر تو اپنا سخت عذاب نازل فرما اور اس عذاب کو قحط کی صورت میں نمودار فرما۔ ایسا قحط جو یوسف کے قحط کی مانند ہو(یعنی سات برس)۔“
آپ اندازہ فرما لیں کہ نبی کریمﷺکو کس قدر رنج تھا کہ یہ بد دعا آپ ا بلند آواز سے کرتے تھے:
((اَللّٰهُمَّ الْعَنْ فُلَانًا وَّفُلَانًا)) (صحيح البخاري، المغازي، باب ليس لک من الامر.... ، ح: 4049، و صحيح مسلم، المساجد، باب استحباب القنوت فيجميع الصلوات....،ح:679)

”اے میرے اللہ! تو فلاں فلاں پر لعنت فرما ۔ “
یعنی آپ اُن عرب قبائل کا نام لیتے تھے جو قاتل تھے۔ بد دعا جاری رہی یہاں تک کہ حکم آگیا:

﴿ لَیْسَ لَکَ مِنَ الْاَمْرِشَیْءٌ اَوْیَتُوْبَ عَلَیْهِمْ اَوْیُعَذِّبَهُمْ فَاِنَّهُمْظٰلِمُوْنَ وِللهِ مَافِی السَّمٰوٰتِ وَمَافِی الْاَرْضِ یَغْفِرُلِمَنْ یَّشَآءُ وَیُعَذِّبُ مَنْیَّشَآءُ وَاللهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴾
(آل عمران:128-129)

”اس میں آپ کا کوئی دخل نہیں ہے کہ اللہ ان لوگوں کو معاف کر دے یا ان کو عذاب دے۔ بس وہ ظالم ہیں۔ آسمان و زمین میں ہر چیز اللہ ہی کے لیے ہے۔ وہ جسے چاہے معاف کرے اور جسے چاہے عذاب دے۔اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔“
اس آیت سے

خدا کا پکڑا چھڑا لے محمد (ﷺ)
محمد ﷺ کا پکڑا چھڑا کوئی نہیں سکتا

کی حقیقت بھی مجھ پر کھل گئی کہ یہ جھوٹ ہے۔ کیونکہ چھڑانا چاہا تو چھڑا نہ سکے اور پکڑنا چاہا تو پکڑ نہ سکے۔ اللہ کا مقام وہ ہے اور بندے کا مقام یہ ہے:

خِرَدْ اور اِدراک رنجور ہیں واں
مہ و مہر ادنیٰ سے مزدور ہیں واں
جہاندار مغلوب و مقہور ہیں واں
نبی اور صدیق مجبور ہیں واں
نہ پُرسش ہے رہبان و احبار کی
نہ پروا ہے ابرار و احرار کی

یہ بات بتانے سے پہلے کہ اللہ کا اِذن کیا ہے اور کس طرح ہو سکتا ہے۔ میں ضروری سمجھتا ہوں کہ آپ کو ایک اور اُلجھن سے نکالنے کی کوشش کروں۔ کہ صاحبِ قبر، صاحبِ بت یا صاحبِ جگہ و مکان جو اس مادی زندگی کی قیود سے آزاد ہو کر اللہ کے مہمان ہو چکے ہیں،وہ ہماری دعاؤں، پکاروں اور مناجات سے بے نیاز اور بے خبر ہیں۔ البتہ وہ ہماری پر خلوص دعاؤں کے ضرورت مند ہیں۔ اسی لیے تو ہم نماز ِجنازہ میں اُن کے لیے دعائیں کرتے ہیں۔

موت کے بعد سفارش

قرآن کریم کی دو آیات کو اکثر علماء کرام یہ ثابت کرنے کے لیے پیش کرتے ہیں کہ شہید زندہ ہیں۔ اس لیے اُن سے مدد طلب کرنااور ان کو سفارش کے لیے کہنا جائز ہے۔ اختصار کی خاطر میں ان آیات پر بحث کرنا نہیں چاہتا ،مگر یہ ضرور عرض کرتا ہوں کہ زندوں کی سفارش بغیر اللہ کے اِذن کے کیا ہوئی؟ اس کو آپ نے دیکھ لیا۔ اب ذیل میں چند واقعات پیش کرتا ہوں تاکہ غلط فہمی دور ہو جائے اور موت کے بعد کی زندگی کا کچھ تصور آپ کے ذہن میں قائم ہو جائے۔

قصۂ اصحابِ کہف

یہ ان زندہ اولیاء اللہ کا قصہ ہے جو زندگی میں نیند کی حالت میں زمین کی سطح پر تین سو نو برس سوتے رہے اور تھک جانے پر پہلو بھی بدلتے رہے ہیں۔مگر جب اللہ نے ان کو نیند سے بیدار کیا تو زمانے کے حالات سے بالکل بے خبر تھے۔ لیجئے، اب قرآن کی زبانی پڑھئے:

﴿ اَمْ حَسِبْتَ اَنَّ اَصْحٰبَ الْكَهْفِ وَالرَّقِیْمِ كَانُوْا مِنْ اٰیٰتِنَا عَجَبًا ﴾ (الکهف:9)

"کیا تم خیال کرتے ہو کہ غار اور کتبے والے ہمارے عجب نشانات میں سے ہیں ؟ "

﴿ نَحْنُ نَقُصُّ عَلَیْكَ نَبَاَهُمْ بِالْحَقِّ اِنَّهُمْ فِتْیَةٌ اٰمَنُوْا بِرَبِّهِمْ وَزِدْنٰهُمْ هُدًی ۔ وَّرَبَطْنَا عَلٰی قُلُوْبِهِمْ اِذْ قَامُوْا فَقَالُوْا رَبُّنَا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَنْ نَّدْعُوَا مِنْ دُوْنِهٖٓ اِلٰهًا لَّقَدْ قُلْنَآ اِذًا شَطَطًا ◆ هٰٓؤُلَآءِ قَوْمُنَا اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اٰلِهَةً ؕ لَوْ لَا یَاْتُوْنَ عَلَیْهِمْ بِسُلْطٰنٍ بَیِّنٍ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰهِ كَذِبًا ﴾ (الکهف:13-15)

"ہم ان کا قصہ آپ پر سچا بیان کرتے ہیں وہ کچھ نوجوان تھے جو اپنے رب پر ایمان لے آئے تھے اور ہم نے ان کو اور زیادہ ہدایت بخشی۔ جب وہ (جابر حاکمِ وقت کے دربار میں) کھڑے ہوئے تو ہم نے ان کے دلوں پر گرہ باندھ دی (یعنی دلوں کو مضبوط کر دیا) پس انہوں نے کہا ہمارا پروردگار تو وہی ہے جو آسمانوں اور زمین کا پروردگار ہے، ہم اس کے علاوہ کسی معبود کو نہیں پکاریں گے، (اگر ہم نے ایسا کیا) تو یہ عقل سے بعید بات ہو گی۔ ہماری یہ قوم ہے کہ اس نے اس کے علاوہ معبود بنا رکھے ہیں۔ وہ اس کے لیے مکمل دلیل کیوں نہیں لاتے؟ بھلا اس شخص سے بڑھ کر ظالم کون ہو گا جو اللہ پر جھوٹ باندھے ؟ "

یہ گفتگو وہ اولیاء اللہ اُس کافر و جابر بادشاہ کے دربار میں کھڑے ہو کر، کر رہے تھے جس کا نام "دقیانوس" بتایا جاتا ہے۔ اس کے سامنے ان کو توحید اختیار کرنے کے جرم میں پیش کیا گیا تھا۔ اللہ نے ان کے حوصلے بلند رکھنے کے علاوہ ان کے دلوں میں یہ بات ڈال دی :

﴿ وَاِذِ اعْتَزَلْتُمُوْهُمْ وَمَا یَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ فَاْوٗٓا اِلَی الْكَهْفِ یَنْشُرْ لَكُمْ رَبُّكُمْ مِّنْ رَّحْمَتِهٖ ◆ وَیُهَیِّئْ لَكُمْ مِّنْ اَمْرِكُمْ مِّرْفَقًا ﴾ (الکهف:16-18)

"جب تم ان لوگوں اور اللہ کے سوا ان کے معبودوں سے فارغ ہو جاؤ تو غار میں پناہ لے لو، تاکہ تمہارا پروردگار تمہارے لیے دامنِ رحمت وسیع فرما دے اور تمہارے لیے اس سے آرام کا سامان پیدا کر دے ۔ "

کہتے ہیں کہ بادشاہ نے کسی مصلحت کے تحت اور اپنی مصروفیت کے باعث اس کام کو کسی وقت پر ملتوی کر دیا۔ یہ اولیاء اللہ فارغ ہوتے ہی اس غار کی طرف چلے گئے، جس کے لیے اللہ نے ان کے دلوں میں وحی فرما دی تھی۔ ان کا ایک وفا دار کتا بھی ان کے پیچھے پیچھے چل دیا۔ یہ غار میں داخل ہو گئے اور اطمینان کا سانس لینے کے ساتھ ہی دعا مانگی:

﴿ اِذْ اَوَی الْفِتْیَةُ اِلَی الْكَهْفِ فَقَالُوْا رَبَّنَآ اٰتِنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً وَّهَیِّئْ لَنَا مِنْ اَمْرِنَا رَشَدًا ﴾ (الکهف:10)

"جب وہ نوجوان اس غار میں جا بیٹھے تو دعا کی کہ اے ہمارے پروردگار، ہم کو اپنی طرف سے رحمت عطا فرما اور ہمارے اس اقدام سے ہمارے لیے بھلائی کے سامان پیدا فرما ۔ "

گھبراہٹ اور تھکاوٹ کی وجہ سے لیٹ گئے اور سو گئے۔ اللہ نے ان کی کیفیت یوں بیان فرمائی:

﴿ فَضَرَبْنَا عَلٰٓی اٰذَانِهِمْ فِی الْكَهْفِ سِنِیْنَ عَدَدًا ﴾ (الکهف:11)

" تو ہم نے کئی برسوں کے لئے اُن کے کانوں کو تھپک دیا (یعنی انہیں سُلا دیا)۔"

﴿ وَ تَرَى الشَّمْسَ اِذَاطَلَعَتْ تَّزٰوَرُ عَنْ كَهْفِهِمْ ذَاتَ الْيَمِيْنِ وَ اِذَا غَرَبَتْ تَّقْرِضُهُمْ ذَاتَ الشِّمَالِ وَهُمْ فِىْ فَجْوَةٍ مِّنْهُ ذٰلِكَ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ مَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ◆ وَلِيًّا مُّرْشِدًا وَتَحْسَبُهُمْ اَيْقَاظًا وَّهُمْ رُقُوْدٌ وَّ نُقَلِّبُهُمْ ذَاتَ الْيَمِيْنِ وَذَاتَ الشِّمَالِ وَكَلْبُهُمْ بَاسِطٌ ذِرَاعَيْهِ بِالْوَصِيْدِ لَوِاطَّلَعْتَ عَلَيْهِمْ لَوَلَّيْتَ مِنْهُمْ فِرَارًا وَّلَمُلِئْتَ مِنْهُمْ رُعْبًا ﴾
(الكهف:17-18)

”تو دیکھے گا کہ سورج جب طلوع ہوتا ہے تو بچ کر ان کی غار کے داہنے طرف سے نکل جاتا ہے، جب غروب ہوتا ہے تو بائیں طرف سے بچ کر نکل جاتا ہے۔ وہ میدان میں پڑے ہوئے ہیں، یہ اللہ کی نشانات میں سے ہے۔ ہدایت یافتہ وہی ہو سکتا ہے جس کو اللہ ہدایت دے۔ جس کو وہ گمراہ فرما دے اس کو کوئی دوست اور رہنما نہیں مل سکتا۔ تم سمجھو گے کہ وہ جاگ رہے ہیں مگر وہ محوِ خواب ہیں۔ ہم ان کو دائیں اور بائیں کروٹیں بدلواتے ہیں۔ ان کے کتے نے غار کی چوکھٹ پر بازو پھیلا رکھے ہیں۔ اگر تم ان کو کبھی جھانک کر دیکھ لو تم ان سے پشت پھیر کر بھاگ جاؤ اور ان کا خوف تم پر چھا جائے ۔ “
یوں وہ اطمینان سے سوتے رہے یہاں تک کہ:

﴿ ولَبِثُوْافِىْ كَهْفِهِمْ ثَلٰثَ مِائَةٍ سِنِيْنَ وَازْدَادُوْا تِسْعًا ﴾ (الكهف:25)

”وہ اپنے غار میں تین سو نو برس سے زیادہ عرصے تک پڑے رہے ۔ “
پھر:

﴿ وَكَذٰلِكَ بَعَثْنٰهُمْ لِيَتَسَآءَ لُوْابَيْنَهُمْ قَالَ قَآئِلٌ مِّنْهُمْ كَمْ لَبِثْتُمْ قَالُوْ لَبِثْنَا يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ قَالُوْا رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَا لَبِثْتُمْ فَابْعَثُوْٓا اَحَدَكُمْ بِوَرِقِكُمْ هٰذِهٖٓ◆ اِلَى الْمَدِيْنَةِ فَلْيَنْظُرْ اَيُّهَآ اَزْكٰى طَعَامًا فَلْيَاْتِكُمْ بِرِزْقٍ مِّنْهُ وَلْيَتَلَطَّفْ وَلَا يُشْعِرَنَّ بِكُمْ اَحَدًا اِنَّهُمْ اِنْ يَّظْهَرُوْا عَلَيْكُمْ يَرْجُمُوْكُمْ اَوْيُعِيْدُوْكُمْ فِى مِلَّتِهِمْ وَلَنْ تُفْلِحُوْٓا اِذًا اَبَدًا ﴾ (الكهف :19-20)

”اس طرح ہم نے ان کو بیدار کر دیا تاکہ وہ آپس میں سوال کریں۔ ان میں سے ایک نے کہا:”کتنی دیر سوئے رہے؟“ جواب دیا:” ایک یوم یا اس کا کچھ حصہ۔“ پھر کہا:” تمہارا پروردگار جانے کہ تم کتنا عرصے سوئے رہے۔ پس تم سے ایک یہ رقم لے کر شہر کی طرف جائے، دیکھے کہ کون سا کھانا پاکیزہ ہے، پس اس میں سے لے آئے، جو جائے اس کو چاہیئے کہ نرم گفتگو کرے، تمہارا پتہ بھی نہ ظاہر کرے، وہ لوگ تو ایسے ہیں کہ اگر تم پر غالب آ گئے تو تم کو پتھر مار کر ہلاک کر دیں گے، یا تم کو دوبارہ اپنے مذہب میں لے جائیں گے، تب تم کبھی کامیاب نہ ہو سکو گے۔“
غور فرمائیں! کہ تین سو نو برس سے زیادہ محوِ خواب رہے، زمین کے اوپرسانس بھی لیتے رہے، پہلو بھی بدلتے رہے ، مگر دنیا و مافیہا سے بے تعلقی کا یہ عالم کہ ان کو احساس ہی نہیں کہ کتنی بہاریں ان پر سے گذر کر خزاں ہو گئیں اور کتنے تاجدار پیوندِ خاک ہو چکے، وہ خطرے محسوس کر رہے ہیں ،مگر ان کو معلوم ہی نہیں کہ جس سے بھاگے تھے، وہ دنیا سے مدت ہوئی کوچ کر چکے ہیں، اور باقی جو ہیں وہ ان کے قدر شناس اور ہمدرد ہیں۔ یہ حال ہے زمین کے اوپر محوِ خواب اولیاء کرام کا، پھر کوئی کس طرح کہہ سکتا ہے کہ زمین کے اندر قبر میں کئی من مٹی، اینٹوں اور سیمنٹ کے نیچے پڑا ہوا اللہ کا دوست، جو اللہ کا مہمانِ خصوصی ہے ،آپ کے حالات اور آپ کی آہ و فغان سے واقف اور خبر دار ہے؟ اللہ ہمیں قرآن مجید کے نظریۂ توحید سے آشنا فرمائے۔ آمین۔

قصہٴ عُزیر ؑ

دھوکے میں ڈالنے والا آپ کو دھوکے میں نہ ڈال دے کہ یہ تو نیند ہے۔ مگر موت کے بعد بندہ اللہ سے جا ملتا ہے۔۔۔ وہ ہمارے حالات سے آگاہ ہوتا ہے۔ اور ہماری سفارش کرتا ہے۔ وغیرہ۔

لیجئے ایک نبی ؑ کا قصہ سنئے جو ایک گدھے پر سوار ایک سفر پر رواں دواں تھے کہ موت نے آ لیا۔ ایک سو برس موت کی حالت میں پڑے رہے۔ اور پھر زندہ کئے گئے، مگر زمانے کے تغیرات سے وہ بے خبر ہی تھے۔

﴿ اَوْكَالَّذِىْ مَرَّعَلٰى قَرْيَةٍ وَّهِىَ خَاوِيَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا قَالَ اَنّٰى يُحْىٖ هٰذِهِ اللّٰهُ بَعْدَ مَوْتِهَا فَاَمَاتَهُ اللّٰهُ مِائَةَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَهٗ ؕ قَالَ كَمْ لَبِثْتَ قَالَ لَبِثْتُ يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ قَالَ بَلْ لَّبِثْتَ مِائَةَ عَامٍ فَانْظُرْ اِلٰى طَعَامِكَ وَشَرَابِكَ لَمْ يَتَسَنَّهْ وَانْظُرْ اِلٰى حِمَارِكَ وَلِنَجْعَلَكَ اٰيَةً لِّلنَّاسِ وَانْظُرْ اِلَى الْعِظَامِ كَيْفَ نُنْشِزُهَا ثُمَّ نَكْسُوْهَا لَحْمًا ﴾

" یا اس شخص کی مانند جس کا گذر ایک ویران بستی سے ہوا۔ اس نے کہا کہ اللہ کس طرح اِس (مُردہ بستی) کو موت کے بعد زندہ فرمائے گا؟ اللہ نے اس کو بھی موت کی نیند سلا دیا اور وہ سو برس مرا پڑا رہا۔ پھر اس کو زندہ کیا۔ اس سے پوچھاکہ تم اس حال میں کتنی مدت رہے؟ عرض ہوا کہ ایک یوم یا اس کا کچھ حصہ۔ ارشاد ہوا کہ تم تو سو برس اس حال میں رہے۔ پس اب تم اپنے کھانے اور پینے کی چیزوں کی طرف دیکھو ،وہ باسی نہیں ہوئیں۔ اور اپنے گدھے کی طرف دیکھو۔ ہم تمھیں ان لوگوں کے لیے نشانی بناتے ہیں۔ ان ہڈیوں کی طرف دیکھو کہ ہم کس طرح ان کو جوڑ کر گوشت پوست پہناتے ہیں ۔ “(البقرة:259)

ان واقعات پر اگر آپ بھی غور فرمائیں تو سمجھ میں بات آتی ہے۔ کہ موت وارِد ہونے کے بعد کسی نبی یا بزرگ کا اس مادی دنیا کے ساتھ کوئی واسطہ نہیں رہتا ہے۔ وہ ہماری آہ و فُغاں سن بھی نہیں سکتے، فریادپوری کرناتو دور کی بات ہے۔۔۔!

برا نہ مانیں بلکہ سوچیں اور قرآن پڑھیں۔ اسی میں آپ کا فائدہ ہے۔۔۔ غصہ میں آنا آپ کو کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتا۔ لیجئے اور پڑھیئے:

﴿ وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ يَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ لَّا يَسْتَجِيْبُ لَهٗٓ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَهُمْ عَنْ دُعَآئِهِمْ غٰفِلُوْنَ وَاِذَا حُشِرَالنَّاسُ كَانُوْا لَهُمْ اَعْدَآءً وَّكَانُوْا بِعِبَادَتِهِمْ كٰفِرِيْنَ ﴾

(الأحقاف:5-6)

" اس شخص سے بڑھ کر گم کردہ راہ کون ہو گا جو اللہ کے سوا اُس کو پکارتا ہے۔ جو روزِ قیامت تک اُس کی پکار قبول نہ کر سکے اور اس کی چیخ و پکار سے بھی بے خبر ہوں۔ پھر جس روز لوگوں کو اکٹھا کیا جائے گا تو وہ ان پکارنے والوں کے دشمن ہوں گے اور ان کی عبادت کا انکار کر دیں گے ۔ “

غور فرمائیں! صاف ظاہر ہو رہا ہے کہ اس سے مراد محض بت نہیں بلکہ وہ ہستیاں مراد ہیں جن سے کوئی بُت یا قبر منسوب ہوتی ہے۔۔۔ اور جن کو لوگ عقیدت سے پکارتے ہیں۔ اگر یقین نہیں آیا تو قرآن پاک کا یہ مقام پڑھیں۔ارشاد ہوا ہے:

﴿ اَيُشْرِكُوْنَ مَالَا يَخْلُقُ شَيْئًا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ وَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ لَهُمْ نَصْرًا وَّلَآ اَنْفُسَهُمْ يَنْصُرُوْنَ ﴾ (الأعراف:191-192)

”کیا یہ لوگ ان کو اللہ کا شریک بناتے ہیں جو کچھ پیدا تو نہیں کرتے بلکہ خود پیدا کیے

گئے ہیں۔ وہ ان کی مدد کی قوت بھی نہیں رکھتے اور اپنے لیے بھی کچھ نہیں کر سکتے ۔ “

﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ عِبَادٌ اَمْثَالُكُمْ فَادْعُوْهُمْ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ اَلَهُمْ اَرْجُلٌ يَّمْشُوْنَ بِهَآ اَمْ لَهُمْ اَيْدٍ يَّبْطِشُوْنَ بِهَآ اَمْ لَهُمْ اَعْيُنٌ يُّبْصِرُوْنَ بِهَآ اَمْ لَهُمْ اٰذَانٌ يَّسْمَعُوْنَ بِهَا ﴾ (الأعراف:194-195)

”بیشک جن کو تم اللہ کے سوا پکارتے ہو وہ تمہاری طرح کے بندے ہیں پس تم ان کو پکار دیکھو، اگر تم سچے ہو تو وہ تمہاری پکار کو قبول کریں۔ کیا ان کے پاؤں ہیں؟ جن سے وہ چل سکیں۔ کیا ان کے ہاتھ ہیں؟ جن سے وہ پکڑ سکیں۔ کیا ان کی آنکھیں ہیں؟ جن سے وہ دیکھ سکیں۔ کیا ان کے کان ہیں؟ جن سے وہ سن سکیں ۔ “
سوچئے! کہ اس شخص سے بڑھ کر کون قابلِ رحم ہو سکتا ہے۔ جو اللہ قادرِ مطلق کو چھوڑ کر بزرگوں کو پکارتا ہے۔ جو ہماری طرح کے بندے تو ہیں مگر اُن کے اعضاء کام نہیں کرتے۔ یہ بُت نہیں بلکہ عِبَادٌ اَمْثَالُكُمْ (تمہاری طرح کے بندے) ہیں ۔
پھر فرمایا:

﴿ وَالَّذِينَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللهِ لَا يَخْلُقُوْنَ شَيْئًا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ اَمْوَاتٌ غَيْرُاَحْيَآءٍ وَّمَا يَشْعُرُوْنَ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ ﴾ (النحل:20-21)

” اور اللہ کے علاوہ جن لوگوں کو بھی یہ پکارتے ہیں وہ کچھ بھی پیدا نہیں کر سکتے بلکہ وہ خود پیدا کئے گئے ہیں۔ وہ مردے ہیں زندہ نہیں ہیں۔ وہ تویہ بھی نہیں جانتے کہ کب اٹھائے جائیں گے ۔ “
بتوں کو اٹھائے جانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ یہ بزرگ ہی ہیں۔ ان کو معلوم تک نہیں کہ انکو پکارا جا رہا ہے۔ قیامت کے دن وہ انکار کر دیں گے بلکہ جھگڑیں گے:

﴿ وَيَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِيْعًا ثُمَّ نَقُوْلُ لِلَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا مَكَانَكُمْ اَنْتُمْ وَشُرَكَآؤُكُمْ فَزَيَّلْنَابَيْنَهُمْ وَقَالَ شُرَكَآؤُهُمْ مَّاكُنْتُمْ اِيَّانَا تَعْبُدُوْنَ فَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًابَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اِنْ كُنَّا عَنْ عِبَادَتِكُمْ لَغٰفِلِيْنَ ﴾ (يونس:28-29)

”اُس دن ہم سب کو اکٹھا کریں گے۔ پھر شریک بنانے والوں کو کہیں گے کہ تم اور تمہارے شریک اپنی جگہ کھڑے رہو۔ پھر ہم ان کو الگ الگ کر دیں گے۔ جن کو وہ اللہ کا شریک بناتے رہے ہوں گے وہ کہیں گے کہ ہمارے اور تمہارے درمیان اللہ گواہ ہے کہ تم ہماری عبادت ہر گز نہیں کرتے تھے۔ ہم تو تمہاری عبادت سے بالکل بے خبر تھے ۔ “
اللہ کرے کہ اب آپ سمجھ گئے ہوں کہ یہ جھگڑنے والے بُت نہیں، بلکہ بزرگ ہیں کیونکہ اللہ نے ان سے بھی جواب طلبی فرمائی ہے اور وہ اپنا دامن صاف کرنے کے لئے جھگڑ رہے ہیں:

﴿ وَ يَوْمَ يَحْشُرُهُمْ وَمَا يَعْبُدُوْنَ مَنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَقُوْلُ ءَ اَنْتُمْ اَضْلَلْتُمْ عِبَادِيْ هٰٓؤُلَآءِ اَمْ هُمْ ضَلُّوا السَّبِيْلَ قَالُوْاسُبْحٰنَكَ مَا كَانَ يَنْۢبَغِيْ لَنَآ اَنْ نَّتَّخِذَ مِنْ دُوْنِكَ مِنْ اَوْلِيَآءَ وَلٰكِنْ مَّتَّعْتَهُمْ وَاٰبَآءَ هُمْ حَتّٰى نَسُوا الذِّكْرَ وَكَانُوْا قَوْمًام بُوْرًا فَقَدْ كَذَّبُوْكُمْ بِمَاتَقُوْلُوْنَ فَمَا تَسْتَطِيْعُوْنَ صَرْفًا وَّلَا نَصْرًا ﴾ (الفرقان:17-19)

” جس دن اللہ کے سوا عابد و معبودوں کو اکٹھا کیا جائے گا پھر ان سے کہا جائے گا کہ کیا تم نے میرے ان بندوں کو گمراہ کیا تھا یا یہ خود ہی گم کردہ راہ ہو گئے تھے؟ وہ

جواب دیں گے کہ تیری ذات تو پاک ہے۔ ہم کو تو خود یہ بات زیب نہیں دیتی تھی کہ تیرے سوا کسی کو کارساز بنا لیں مگر تو خود ہی ان کو اور ان کے آباء و اجداد کو فائدے دیتا رہا۔ یہاں تک کہ یہ تیرا ذکر بُھلا کر ایک ہلاک ہونے والی قوم ہو گئے۔ (اے مشرکو !) جو دعویٰ تم آج کر رہے ہو، اس میں وہ تم کو جھوٹا قرار دیں گے۔ تم اللہ کے عذاب کا رُخ نہ پھیر سکو گے اور تمہارا کوئی حامی و ناصر نہ ہو گا ۔ “

میرے بھائیو! کیا اب بھی آپ سمجھ رہے ہیں کہ یہ بُت ہی ہیں،بزرگ نہیں ہیں ؟ لیجئے ،ایک بزرگ ہی کا نام لے کر آپ کی غلط فہمی رفع کر دیتا ہوں۔ ارشاد ہے:

﴿ وَاِذْ قَالَ اللهُ یٰعِیْسَی ابْنَ مَرْیَمَ ءَ اَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِی وَاُمِّیَ اِلٰهَیْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ قَالَ سُبْحٰنَکَ مَا یَکُوْنُ لِیْٓ اَنْ اَقُوْلَ مَالَیْسَ لِیْ بِحَقٍّ اِنْ کُنْتُ قُلْتُہٗ ◆ فَقَدْ عَلِمْتَہٗ ◆ تَعْلَمُ مَا فِیْ نَفْسِیْ وَلَآ اَعْلَمُ مَا فِیْ نَفْسِکَ اِنَّکَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ مَا قُلْتُ لَهُمْ اِلَّا مَآ اَمَرْتَنِیْ بِہٖٓ اَنِ اعْبُدُوااللّٰہَ رَبِّیْ وَرَبَّکُمْ وَکُنْتُ عَلَیْهِمْ شَهِیْدًا مَّا دُمْتُ فِیْهِمْ فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ کُنْتَ اَنْتَ الرَّقِیْبَ عَلَیْهِمْ وَ اَنْتَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ شَهِیْدٌ ﴾ (المآئدۃ: 116-117)

”جب اللہ فرمائے گا کہ اے عیسیٰ ابن مریم (علیہ السلام)! کیا تم نے ان سے کہا تھا کہ مجھ کو اور میری ماں کو اللہ کے علاوہ کارساز بنا لینا؟ وہ جواب دیں گے کہ تیری ذات تو پاک ہے۔ مجھے یہ زیب نہیں دیتا کہ میں وہ بات کہوں جو کہنے کا مجھے حق نہ پہنچتا ہو۔ اگر میں نے کہا بھی ہوتا تو تجھ کو علم ہوتا کیونکہ تو میرے دل کی بات بھی جانتا ہے۔ اور میں تیرے دل کی بات نہیں جان سکتا۔ بے شک تو غیبوں کا جاننے والا ہے۔ میں نے اس کے سوا انہیں کچھ نہیں کہا تھا مگر وہی جو تو نے مجھے حکم فرمایا تھا۔ اور وہ یہ کہ اللہ کی عبادت کرو،جو میرا اور تمہارا پروردگار ہے۔ جب تک میں ان کے درمیان رہا میں ان کو دیکھتا رہا۔ لیکن جب تو نے مجھ کو دنیا سے اٹھا لیا تو ان کا نگہبان تو ہی تھا۔ بے شک ہر چیز کو دیکھنے والا تو ہی ہے۔ “

جو اَب بھی نہ سمجھے اس کا کیا علاج؟ میں نے کہا تھا کہ بُت پرست دنیا میں کوئی نہیں۔ بُت کی پوجا سے مراد دراصل بزرگ کی پوجا ہے۔ موت کے بعد کوئی بزرگ ہمارے حالات سے آگاہ نہیں۔ یہ بزرگ ہماری عبادت کا انکار کر کے اپنا دامن صاف کرنے کے لئے جھگڑیں گے، جیسے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام۔

مسلمان بھائیو! سوچو! ہم کیا کر رہے ہیں؟

کرے غیر گر بت کی پوجا تو کافر
جو ٹھہرائے بیٹا خدا کا تو کافر
گِرے آگ پر بہرِ سجدہ تو کافر
کواکب میں مانے کرشمہ تو کافر
مگر مومنوں پر کشادہ ہیں راہیں
پرستش کریں شوق سے جس کی چاہیں
نبی کو جو چاہیں خدا کر دکھائیں
اماموں کا رتبہ نبی سے بڑھائیں
مزاروں پہ دن رات نذریں چڑھائیں
شہیدوں سے جا جا کے مانگیں دعائیں
نہ توحید میں کچھ خلل اس سے آئے
نہ اسلام بگڑے نہ ایمان جائے

مشرک کی مثال

مندرجہ بالا آیات پر غور فرمائیں تو یہ بات سمجھ میں آجائے گی کہ شرک کیا ہے اور توحید کیا ہے۔ مشرک کا عقیدہ کسی ٹھوس بنیاد پر نہیں ہوتا بلکہ من گھڑت اور بے بنیاد ہوتا ہے۔ مگر مشرک ایسی ہی خود ساختہ باتوں کو اپنی معراج خیال کرتا ہے اور ایسی ہی مشرکانہ باتوں میں زندگی بسر کر دیتا ہے اور اسے آخر تک ہدایت نصیب نہیں ہوتی۔ مشرک کی مثال اللہ نے یوں بیان فرمائی ہے:

﴿ مَثَلُ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْامِنْ دُوْنِ اللهِ اَوْلِيَآءَ كَمَثَلِ الْعَنْكَبُوْتِ اتَّخَذَتْ بَيْتًا وَّاِنَّ اَوْهَنَ الْبُيُوْتِ لَبَيْتُ الْعَنْكَبُوْتِ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴾ (العنكبوت:41)

”جن لوگوں نے اللہ کے علاوہ حمایتی پکڑے ہیں ان کی مثال تو مکڑے کی سی ہے جو گھر بنا لیتا ہے اور کمزور ترین گھر مکڑے کا ہوتا ہے۔ کاش کہ یہ جان لیں ۔ “
غور فرمائیں! کہ کس طرح مکڑا اپنے ہی اندر سے لیس دار لعاب نکال کر جالا بنا تا ہے۔ اسی طرح مشرک بھی اپنے اندر ہی سے خیالات کا تانا بانا بنا کر ایک عقیدہ گھڑ لیتا ہے۔ جس طرح مکڑا اس کمزور ترین گھر میں بیٹھ کر سمجھتا ہے کہ وہ ایک مضبوط ترین قلعہ میں رہ رہا ہے۔ اسی طرح ایک مشرک بھی اپنے من گھڑت خداوٴں کے تانے بانے میں بیٹھ کر سمجھتا ہے کہ مضبوط قلعہ کی دیواروں کی طرح وہ اس کے پشت پناہ ہیں۔ جس طرح مکڑے کا جالا ایک معمولی سے جھٹکے سے نیست و نابود ہو جاتا ہے اسی طرح اہلِ توحید کا ایک ہی جھٹکا آنے سے مشرک کے من گھڑت عقائد کا یہ قلعہ زمین بوس ہو جاتا ہے۔ سوچئے کہ شرک کیا ہے اور اس کا انجام کس قدر مایوس کن ہے ۔مشرک کی مثال بیان کرتے ہوئے اللہ کریم نے عوام النّاس کو مخاطب کر کے فرمایا ہے:

﴿ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ ضُرِبَ مَثَلٌ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَنْ يَّخْلُقُوْا ذُبَابًا وَّلَوِ اجْتَمَعُوْا لَهٗ ؕ وَاِنْ يَّسْلُبْهُمُ الذُّبَابُ شَيْـًٔا لَّا يَسْتَنْقِذُوْهُ مِنْهُ ؕ ضَعُفَ الطَّالِبُ وَالْمَطْلُوْبُ ۝ مَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ ۝ (الحج:74-73)

” اے لوگو! تمہارے لیے ایک مثال پیش کی جاتی ہے۔ اسے غور سے سنو! اللہ کے علاوہ جن جن کو تم پکارتے ہو وہ تو ایک مکھی بھی پیدا نہیں کر سکتے۔ اگرچہ وہ سارے بھی اس کام کے لیے جمع ہو جائیں۔ (بلکہ وہ تو اس قدر بے بس ہیں کہ) اگر ان سے مکھی کچھ چھین کر لے جائے تو وہ اس سے چھڑا نہیں سکتے۔ مانگنے والا کمزور اور جس سے مانگا جا رہا ہے وہ بھی کمزور و بے بس ہے۔ امرِ واقعہ یہ ہے کہ ان مشرکین نے اللہ کی قدر ہی نہیں جانی۔ وہ بڑا صاحبِ قدرت اور ہر چیز پر غالب ہے۔“
ان کو بہت سوچنا چاہیئے اور فورًا توبہ کرنی چاہیئے جو یا علی مدد، یا علی مشکل کشا، یا شیخ عبد القادر شیئًا لله اور یارسول اللّٰہ مدد وغیرہ کے نعرے لگاتے ہیں۔ مشرک تو نہایت ہی قابلِ رحم مخلوق ہے کہ دَر دَر کی خاک چھانتے اس کی زندگی گزر جاتی ہے مگر ہاتھ کچھ نہیں آتا۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں اسکی مثال یوں بیان فرماتا ہے:

﴿ لَهٗ دَعْوَةُ الْحَقِّ ؕ وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا يَسْتَجِيْبُوْنَ لَهُمْ بِشَىْءٍ اِلَّا كَبَاسِطِ كَفَّيْهِ اِلَى الْمَآءِ لِيَبْلُغَ فَاهُ وَمَا هُوَ بِبَالِغِهٖ ؕ وَمَا دُعَآءُ الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِىْ ضَلٰلٍ ۝ (الرعد:15)

” اسی کو پکارنا ہی حق ہے۔ مشرک جن کو اس کے سوا پکارتے ہیں وہ ان کی کوئی

دعا قبول نہیں کر سکتے (ان کی مثال اس پیاسے کی سی ہے) جو اپنے ہاتھ پانی کی
طرف پھیلا رکھے ہو تاکہ وہ اس کے منہ تک آ پہنچے۔ مگر وہ کبھی اس کے منہ تک
نہیں پہنچے گا۔ اسی طرح کافروں کی دعا بے کار چلی جاتی ہے ۔ “
یہی نکتہ یوسف ں نے اپنے قیدی ساتھیوں کو سمجھانے کے لیے بیان فرمایا تھا:

﴿ يٰصَاحِبَيِ السِّجْنِ ءَ اَرْبَابٌ مُّتَفَرِّقُوْنَ خَيْرٌ اَمِ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖٓ اِلَّآ اَسْمَآءً سَمَّيْتُمُوْهَآ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ اَمَرَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴾ (یوسف:39-40)

”اے میرے قید کے ساتھیو! کیا کئی رب بہتر ہیں یا ایک اکیلا اور زبردست اللہ بہتر ہے؟
تم اللہ کے سوا جن جن کو پُوجتے ہو وہ اس کے سوا کچھ نہیں کہ کچھ نام ہیں جو تم
نے اور تمہارے باپ دادوں نے رکھ لیے ہیں جن کے لیے اللہ نے کوئی دلیل نازل نہیں کی
ہے۔ اللہ کے سوا کسی کی حکومت نہیں ہے۔ اس نے فرما دیا ہے کہ میرے سوا کسی
کی پوجا نہ کرو۔ یہی پختہ دین ہے، مگر اکثر لوگ نہیں جانتے ۔ “

وسیلہ کی حقیقت اور اس کا طریقہ

یہ ایک ایسا ”سائن بورڈ“ ہے جس کے نیچے بہت سے لوگوں نے شرک و بدعت کی
”دکانیں“ سجا رکھی ہیں۔ لٹیرے ہمارے خون پسینے کی کمائی چاٹ جاتے ہیں اور ہم
یہ سمجھتے ہیں کہ وہ ہم پر احسانِ عظیم کر رہے ہیں۔ اسی آڑ میں کتنے ہی
لوگوں کی عزتیں لٹ گئی ہیں اور کتنے ہی لوگوں کے ایمان لٹ گئے ہیں۔ اور یہ
سلسلہ بڑے عیارانہ طریقے سے جاری ہے۔
آئیے دیکھیں! کہ یہ وسیلہ کیا ہے؟ سب سے پہلے یہ آیت پڑھیں:

﴿ يٰٓاَيُّهَاالنَّاسُ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ اِلَى اللّٰهِ وَاللّٰهُ هُوَالْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ﴾ (الفاطر:15)

” اے لوگو! تم سب اللہ کے دَرکے فقیر ہو اور اللہ غنی اور تعریف کیا گیا ہے ۔ “
تمام مخلوق محتاج اور صرف وہی غنی ہے۔ وہ اس بات کا بھی محتاج نہیں کہ اس
کی کوئی تعریف کرے۔ اس کی تعریف کوئی کرے یانہ کرے وہ ہمہ صفت موصوف

ہے۔
آئیے! ہم کچھ فقیروں کے حالات پڑھیں اور دیکھیں کہ انہوں نے ضرورت کے وقت کس طرح اللہ تک رَسائی حاصل کی تاکہ ہم بھی وہی وسیلہ اختیار کریں۔
سیدنا نوح ؑ کا قصہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے۔پھر غور سے پڑھ لیں کہ انہوں نے اللہ سے مدد کس طرح طلب کی تھی۔
سیدنا آدمؑ کی مثال: اگر غلطی ہو جائے تو ابلیس کی طرح دلیر نہیں ہو جانا چاہیے۔ بلکہ آدم ں کی طرح فوراً معافی مانگ لینی چاہیے۔ توبہ کرنے والوں کو اللہ بہت پسند کرتا ہے۔ دیکھئے سیدنا آدم ؑ نے کیا وسیلہ اختیارکیا :
اللہ نے سیدنا آدمؑ کو پیدا فرمایا اور بڑے فخر سے اپنی خلافت عطا فرمانے کا اعلان فرمایا۔ فرشتوں سے سجدہ کروایا اور سجدہ نہ کرنے والے کو راندۂ درگاہ قرار دیا۔ آدم و حوا علیہما السلام کوجنت میں رہنے کا حکم دیا اور ایک درخت کے پھل کے سوا باقی پھل کھانے کی اجازت دی۔ مگر شیطان جو اس کا ازلی دشمن تھا، اس نے اس کو گمراہ کرنے کی قسم کھائی ہوئی تھی۔ اس نے آدم ں کو وہی پھل کھانے پر آمادہ کر لیا، جس سے منع کیا گیا تھا۔ اس پر آدم ں کو جنت سے نکال دیا گیا۔ آدم ں اللہ کی اس ناراضگی کو برداشت نہ کر سکے اور تڑپ گئے۔ معافی مانگنی چاہی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ فَتَلَقّٰۤى اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَيْهِؕ ﴾ (البقرة:37)

”آدم نے اپنے رب سے کچھ کلمات سیکھ لیے۔ پس وہ اس پر متوجہ ہوا“
یہ طریقہ اللہ کو بہت پسند ہے۔ یہ اس نے آدم علیہ السلام کو خود سکھایا تھا۔

﴿ قَالَا رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْلَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴾ (الأعراف: 23)

” (آدم و حوا) دونوں نے عرض کیا، اے ہمارے پروردگار! ہم اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھے ہیں۔ اگر تو نے ہم کو معاف نہ فرمایا اور ہم پر رحم نہ فرمایا تو ہم زیاں کاروں میں سے ہو جائیں گے“۔
میرا مشورہ ہے کہ آپ قرآن مجید کے مندرجہ بالا حوالہ جات کا پورا متن پڑھیں۔یعنی آیات بمعہ ترجمہ پڑھیں۔

سیدنا یونسؑ کی مثال:

سیدنا یونس علیہ السلام اللہ کے نبی تھے۔ جن بستیوں کی طرف آپ کو مبعوث فرمایا گیا تھا انہوں نے آپ کی دعوت کو قبول نہ کیا۔ یہ کشمکش ایک عرصہ جاری رہی۔ آخرِ کاریونس علیہ السلام نے بے بس ہو کر اللہ کے سامنے شکایت کر دی۔ قوم کو آخری نوٹس دینے کا حکم ہوا کہ اگر یہ باز نہ آئے تو تین دن کے بعد گرفتارِ عذاب ہو جائیں گے۔ یہ اعلان کرکے آپ بستی سے نکل گئے۔ لوگوں نے عذاب کے آثاردیکھے تو بستی سے نکل کر رونے اور معافی مانگنے لگے۔ استغفار تقدیر کا رخ بدل دیتی ہے۔ اللہ کی رحمت جوش میں آئی اور عذاب ٹل گیا۔ لوگ یونس علیہ السلام کی تلاش میں دوڑے۔ یونس علیہ السلام اپنی قوم سے ناراض ہو کر کسی دوسری جگہ چلے جانے کے لیے روانہ ہو گئے تھے کہ عذاب نہیں آیا، وہ قوم کو کیا منہ دکھلائیں گے۔ جو قوم پہلے ہی مذاق اُڑاتی ہے وہ اب کیا حال کرے گی۔ راہ میں دریا پڑا۔ عبور کرنے کے لیے کشتی پر سوار ہوئے۔ کشتی طوفان کی لپیٹ میں آ گئی۔ فیصلہ ہوا کہ کوئی

غلام مالک سے بھاگا ہوا ہے جو اس کشتی میں سوار ہے۔ اگر اس کو پانی میں پھینک دیا جائے تو کشتی طوفان سے نکل آئے گی۔ قرعہ اندازی ہوئی، قرعہ بار بار یونس علیہ السلام کے نام نکلا۔ لوگوں نے یونس علیہ السلام کو پانی میں پھینک دیا۔ یہ قصہ قرآن مجید میں یوں مذکور ہے:

﴿ وَاِنَّ يُوْنُسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ اِذْاَبَقَ اِلَى الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ فَسَاهَمَ فَكَانَ مِنَ الْمُدْحَضِيْنَ فَالْتَقَمَهُ الْحُوْتُ وَهُوَ مُلِيْمٌ ﴾ (الصافّات:137-142)

"بے شک یونس ؑ پیغمبروں میں سے تھے۔ جب وہ لدی ہوئی کشتی کی طرف بھاگ گیا تو انہوں نے قرعہ ڈالا اور اسے دریا میں دھکیل دیا گیا۔ پھر اس کو مچھلی نگل گئی اور وہ پشیمان ہو گیا۔"

﴿ فَنَادٰى فِى الظُّلُمٰتِ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّىْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴾ (الأنبيآء:87)

"پس اس نے اندھیروں میں پڑے ہوئے پکارا کہ تیرے سوا کوئی قابلِ عبادت نہیں ہے تو پاک ہے۔ بے شک میں ہی ظالموں میں سے ہوں۔"

﴿ فَلَوْلَآ اَنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُسَبِّحِيْنَ لَلَبِثَ فِىْ بَطْنِهٖٓ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ﴾ (الصافّات:143-144)

" اگر وہ اس طرح تسبیح نہ کرتا تو قیامت تک اسی (مچھلی) کے پیٹ میں رکھا جاتا ۔ "

غور فرمائیں: اللہ کا نبی علیہ السلام قوم کو پکڑوانا چاہتا ہے مگر اللہ قوم کو معاف کرنا چاہتا ہے۔ حشر کیا ہوا؟ اور کون غالب آیا؟ سب کچھ صاف صاف واضح طور پر سامنے موجود ہے۔ کون کہتا ہے کہ "یار کو یار کی ماننی پڑتی ہے؟" معافی مانگنے کا طریقہ یہ ہے کہ جب کوئی گرفتارِ مصیبت ہو جائے اور جب غلطی ہو جائے تو دل سے توبہ و استغفار کرے۔ معافی مل جائے گی ۔انشاء اللہ تعالیٰ۔

سیدنا ابراہیم علیہ السّلا م کی مثال:

یہ اللہ کے نبی تھے۔ اللہ کی راہ میں آزمائش پہ آزمائش برداشت کی۔ بڑھاپا آ گیا۔ بیٹے کی ضرورت محسوس کی۔ تو دعا کی:

﴿ رَبِّ هَبْ لِىْ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴾ (الصافّات:100)

" اے میرے پروردگار مجھے ایک صالح بیٹا عطا فرما۔ "

سیدنا زکریا ؑ کی مثال:

یہ اللہ کے نبی علیہ السلام تھے۔ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ محترمہ کے خالو تھے۔ مریم علیہا السلام کی کفالت و پرورش اللہ کے حکم سے ان کے سپرد ہوئی تھی۔ ان کی اپنی اولاد نہ تھی۔ بڑھاپا غالب آگیا۔ بیوی بانجھ پن کے علاوہ ضعیفہ ہو گئی۔ مریم علیہا السلام کو اکثر مصروفِ عبادت چھوڑ کر حجرے میں بند کر کے چلے جاتے۔ جب لوٹتے تو مریم علیہا السلام کے پاس تازے کھانے اور میوے دیکھتے۔ ایک دفعہ پوچھا کہ یہ تمہارے لیے کہاں سے آئے ہیں؟ انہوں نے عرض کیا کہ یہ اللہ کی طرف سے ہیں اور وہ جس کو چاہتا ہے بے حد و حساب رزق عطا فرماتا ہے۔ سیدنا زکریا ؑ کا ذہن فوراً اِس طرف گیا کہ میں بھی اللہ سے بیٹا مانگ لوں۔ چنانچہ عرض کرنے لگے:

﴿ قَالَ رَبِّ اِنِّیْ وَهَنَ الْعَظْمُ مِنِّیْ وَاشْتَعَلَ الرَّاْسُ شَیْبًا وَّلَمْ اَکُنْم بِدُعَآئِکَ رَبِّ شَقِیًّا وَاِنِّیْ خِفْتُ الْمَوَالِیَ مِنْ وَّرَآءِ یْ وَکَانَتِ امْرَاَتِیْ عَاقِرًافَهَبْ لِیْ مِنْ لَّدُنْکَ وَلِیًّا ﴾ (مریم:5-4)

”اے میرے پروردگار! بڑھاپے کی وجہ سے میری ہڈیاں کمزور اور سر کے بال سفید ہو گئے ہیں اور میں تجھ سے مانگ کر کبھی بے نصیب نہیں رہا۔ مجھے اپنے بعد وارثوں (کے نہ ہونے) کا ڈر ہے، میری بیوی بھی بانجھ ہے ۔مگر تو مجھ کو اپنے پاس سے ایک بیٹا عطا فرما دے ۔ “

غور فرمائیے جائیں کہ اللہ تک پہنچنے کے لیے وسیلہ کیا ہے؟ دوسرے الفاظ میں دعا ہی وسیلہ ہے۔ اللہ ہی ہے کہ اولاد عطا فرمائے۔ ورنہ ان کے پہلے بھی تو بزرگ تھے۔ وہ ان کا وسیلہ بھی تو پکڑ سکتے تھے۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ دعائیں وہی سنتا ہے۔ اور بغیر کسی واسطے کے براِ راست سنتا ہے۔ آپ بھی اس سے مانگیں۔ آپ کی بھی سنتا ہے۔ اولاد اس کے سوا کوئی نہیں دے سکتا۔ قرآن مجید میں ایک جگہ خود ہی ارشاد فرمایا:

﴿ لِلّٰہِ مُلْکُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ یَخْلُقُ مَایَشَآءُ یَهَبُ لِمَنْ یَّشَآءُ اِنَاثًا وَّیَهَبُ لِمَنْ یَّشَآءُ الذُّکُوْرَ اَوْیُزَوِّجُهُمْ ذُکْرَانًا وَّاِنَاثًا وَّیَجْعَلُ مَنْ یَّشَآءُ عَقِیْمًا اِنَّہٗ عَلِیْمٌ قَدِیْرٌ ﴾ (الشوریٰ :50-49)

”آسمانوں اور زمین کی سلطنت اللہ ہی کے لیے ہے۔ وہ جو چاہے پیدا کرتا ہے۔ جس کو چاہے بیٹیاں اور جس کو چاہے بیٹے عطا فرماتا ہے۔ یا بیٹے اور بیٹیاں ملا کر دیتا ہے۔ اور جس کو چاہے بانجھ کر دیتا ہے ۔ ہر چیز اس کے قبضے و اختیار میں ہے۔ اور وہ سب کچھ جانتا ہے ۔ “

اگر آپ کو بھی اولاد چاہیے تو اس طرح مانگ لیں۔ دَر دَر کی خاک نہ چاٹیں۔ زکریا علیہ السلام کی یہ دعا میں نے اپنے اوپر آزمائی ہے۔ نہایت مجرب ہے:

﴿ رَبِّ هَبْ لِیْ مِنْ لَّدُنْکَ ذُرِّیَّةً طَیِّبَةً اِنَّکَ سَمِیْعُ الدُّعَآءِ ﴾ (اٰل عمران :38)

” اے میرے رب مجھے اپنے پاس سے پاکیزہ اولاد عطا فرما۔ بیشک تو دعا سننے والا ہے ۔ “

سیدنا ایوب علیہ السلام کی مثال:

اب ایک مریض کا قصہ سنئے! یہ اللہ کے نبی علیہ السلام تھے۔ آزمائش آ گئی، بیمار پڑ گئے۔ مرض انتہا کو پہنچ گیا۔ اولاد لقمہٴ اَجل ہو گئی۔ دولتِ دنیا ختم ہو گئی۔ نوکر چاکر ساتھ چھوڑ گئے۔ ایک کے سوا تمام بیویاں بے وفائی کر گئیں۔ صحت کے لیے وسیلے چاہیے۔ مگر بظاہر وسیلے ناپید ہیں۔ اللہ رب العزت کی بارگاہ میں عرض کیا:

﴿ وَ اَ یُّوْبَ اِذْ نَادٰی رَبَّہٗۤ اَنِّیْ مَسَّنِیَ الضُّرُّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ ﴾ (الأنبیآء:83)

”اور جب ایوب علیہ السلام نے اپنے رب سے فریاد کی کہ مجھ کو بہت تکلیف ہے اور تو رحم کرنے والوں میں سب سے زیادہ رحم فرمانے والا ہے۔“

میری تو دعا ہے کہ ”ساری دنیا کے مریضوں کو شفاء دے یارب۔“ لیکن اگر آپ بیمار ہیں تو دَر دَر کی خاک چاٹنے کی بجائے اللہ مالک المُلک سے مخاطب ہو جائیں اور اسی طرح مخاطب ہوں جس طرح یہ مریض مخاطب ہوا۔ اس بات میں کوئی مبالغہ نہیں کہ دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے۔ یہ دعا ہی وسیلہ ہے۔ آپ کی نیت اور آپ کا خلوص و یقین ہی وسیلہ ہے۔

سیدنا موسیٰ ؑ کی مثال:

آئیے! اب ایک مسافر کا وسیلہ دیکھیں کہ وہ کس وسیلے سے سہارا طلب کرتا ہے۔ یہ اللہ کے نبی ؑ ہیں۔ فرعون کی پابندیوں کے باوجود خالقِ کُل نے ان کو پیدا فرمایا، بلکہ فرعون ہی کی گود میں پرورش پا رہے تھے۔ ایک روز دو لڑنے والوں میں سے ایک نے موسیٰ ؑ سے مدد کی درخواست کی ۔ باز نہ آنے والے کو جو مکا مارا تو وہ وہیں مر گیا۔ جس آدمی کو چھڑایا تھا دوسرے دن آپ کا جو گذر ہوا تو دیکھا کہ وہ آج کسی دوسرے سے لڑرہا ہے ۔ اُس شخص نے جو موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا تو اُنہیں پھر مدد کے لئے پکارا۔ موسیٰ علیہ السلام یہ کہتے ہوئے آگے بڑھے کہ تو روز ہی لڑتا ہے۔ وہ سمجھا کہ کل کی طرح اب یہ مجھے مار دیں گے۔ بول اٹھا کہ تو مجھے بھی قتل کرنے لگا ہے جس طرح کل تو نے قتل کیا تھا۔ اس طرح قتل کا راز فاش ہو گیا۔ بات فرعون کے دربار میں پہنچی۔ موسیٰ ؑ کے قتل کا حکم جاری ہو گیا۔ درباریوں میں ایک ،موسیٰ ؑ کا خیر خواہ تھا۔ بھاگا اور صورت حال سے موسیٰ علیہ السلام کو آگاہ کرتے ہوئے مشورہ دیا کہ مصر کے باہر ہی سے کہیں بھاگ جاؤ۔ موسیٰ ؑ بھاگ گئے۔ خوف بھی تھا اور راستے نا معلوم۔ دور دراز کا سفر طے کر کے بے سہارا بھوکے پیاسے ایک شہر کے پاس کنویں کے قریب درخت کی چھاؤں میں جا بیٹھے۔ لوگ پانی بھر رہے تھے۔ موسیٰ علیہ السلام نے دو نوجوان لڑکیوں کو دیکھا۔ جو بِھیڑکی وجہ سے اپنی بکریوں کو روک روک کر رکھ رہی تھیں۔ موسیٰ علیہ السلام کو رحم آ گیا ۔ ان سے وجہ پوچھی۔ تو اُنہوں نے اپنی مجبوری بتائی۔ آپ نے نیک سیرت جواں مردوں کا سا کام کیا۔ لوگوں کو پیچھے ہٹا کر ان لڑکیوں کو آگے بلا یااور ان کی بکریوں کو پانی پلا کر فورًا فارغ کر دیا۔ ارشادِ قرآنی ہے:

﴿ فَسَقٰى لَهُمَا ثُمَّ تَوَلّٰٓى اِلَى الظِّلِّ فَقَالَ رَبِّ اِنِّيْ لِمَآ اَنْزَلْتَ اِلَيَّ مِنْ خَيْرٍ فَقِيْرٌ ﴾ (القصص :24)

”پس موسیٰ علیہ السلام نے ان کے لیے ان کے جانوروں کو پانی پلا دیا۔ پھر سائے میں لوٹ گیا۔ پس کہا! اے میرے پروردگار تو بھلائی میں سے جو کچھ بھی میرے لیے نازل فرما دے میں اس کے لیے فقیر ہوں ۔ “
غور فرمائیں وسیلے کی طرف۔ دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے۔ دعا ہی وسیلہ ہے۔ نہ صرف ٹھکانہ ملابلکہ بیوی بھی مل گئی۔ بزرگانہ شفقت نصیب ہوئی اور سکون ملا۔

سیدنا لوط علیہ السلام کی مثال:

آئیے! ایک ایسے فقیر کا قصہ پڑھیں جس کی عزت خطرے میں ہے۔ کوئی پرسانِ حال نہیں۔ یہ اللہ کے نبی لوط علیہ السلام ہیں۔ جو سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے بھتیجے بھی ہیں۔ انہوں نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ ہی ہجرت فرمائی تھی۔ آپ ”سدوم“ کی بستیوں کی اصلاح کے لیے مقرر ہوئے تھے۔ جن میں بے حیائی کی انتہا ہو چکی تھی کہ مرد، مردوں سے فعلِ بد کرتے تھے اور فخر کرتے تھے۔ سیدنا لوط علیہ السلام نے ایک عرصۂ دراز تک قوم کی نافرمانیاں برداشت کیں اور اُن کی اِصلاح کے لئے کوئی کسر نہ چھوڑی مگر نتیجہ صفر ہی رہا۔ آخرِ کاراللہ کی طرف سے گرفت آئی۔ فرشتے خوبصورت لڑکوں کی شکل اختیار کر کے قوم میں آ گئے۔ سیدنا لوط علیہ السلام ان لڑکوں کو دیکھ کر سخت گھبرائے۔ گھر میں مہمانوں کو جگہ دی تو قوم چڑھ آئی۔ شدت سے مطالبہ ہونے لگا کہ مہمان ان کے حوالے کر دئیے جائیں۔ لوط

علیہ السلام منت سماجت کرتے رہے کہ مجھے مہمانوں کے سامنے ذلیل نہ کرو۔ مگر ان کا مطالبہ شدت پکڑتا گیا۔ سیدنا لوط علیہ السلام نے اپنی بیٹیوں یا ان کی بیویوں کی طرف اشارہ کیا مگر بے سود۔ مایوس ہو کر لوط علیہ السلام نے ان سے کہا کہ تم میں کوئی بھی سنجیدہ اور سمجھ دار نہیں جو میری بات پر غور کرے؟ آپ نے بھر کر بولے۔ کاش! میرے لیے کوئی مضبوط قلعہ ہوتا جہاں میں پناہ لے لیتا۔ آخرِ کار رات ہو گئی۔ یہ لوگ صحن کی دیوار پھلانگ کر گھر میں داخل ہو گئے اور دروازہ توڑنے لگے۔ سیدنا لوط علیہ السلام نے اللہ سے مدد چاہی۔ اب قرآن سنو:

﴿ قَالَ رَبِّ انْصُرْنِیْ عَلَی الْقَوْمِ الْمُفْسِدِیْنَ ﴾ (العنکبوت:30)

” اے میرے پروردگار اس قومِ مفسدین کے خلاف میری نصرت فرما“۔

﴿ وَلَقَدْ رَاوَدُوْہُ عَنْ ضَيْفِهٖ فَطَمَسْنَآ اَعْيُنَهُمْ ﴾ (القمر:37)

” اس کے مہمان اس سے چھننے لگے تو ہم نے اُن (ظالم حملہ آوروں)کی آنکھیں ہی اندھی کر دیں۔ “

غور فرمائیں! کہ کس قدر بے بسی ہے؟ مگر قوم کا کچھ بگاڑ نہیں سکتے۔ آخر فریاد اللہ کے پاس کردی۔ پھر وسیلہ کیا ہوا؟ دعا ---! دعا وسیلہ ہے، زبردست وسیلہ--- ! بات بہت لمبی ہو رہی ہے۔ فی الحال میں دوسری مثالیں رہنے دیتا ہوں۔ اب رسولِ بحر و بر ﷺکا ذکر کرتا ہوں۔

سردارِ دو جہاں ﷺ

حالات یہ ہیں کہ قریش نے مکہ سے نبی کریم اکو نکال دیا۔ مدینہ پر حملہ آور ہوئے کہ پیر و مرشد کو مریدوں سمیت ختم کر دیں گے۔ بدر کے میدان میں مقابلہ ہو گیا۔ توازن دیکھئے کہ ایک طرف مسلح ایک ہزار جنگ آزمودہ مگر دوسری طرف؟

تھے اُن کے پاس دو گھوڑے ، چھ زرہیں اور آٹھ شمشیریں
پلٹنے آئے تھے یہ لوگ دنیا بھر کی تقدیریں

یہ تہی دست تین سو تیرہ مسلمان ہر دیکھنے والی آنکھ کو حیرت میں ڈالے ہوئے تھے کہ جان بوجھ کر موت کے منہ میں جا رہے ہیں۔ سردارِ دو جہاں ا خیمہ میں رات بھر رو رو کر اللہ سے دعائیں مانگتے رہے۔ آنسو بہتے رہے۔
دعا کے الفاظ یہ تھے:

((اَللّٰهُمَّ اَنْجِزْ لِيْ مَا وَعَدْتَّنِيْ، اَللّٰهُمَّ اٰتِ مَا وَعَدْتَّنِيْ، اَللّٰهُمَّ اِنْ تُهْلِكْ هٰذِ الْعِصَابَةَ مِنْ اَهْلِ الاِسْلَامِ لَا تُعْبَدْ فِيْ الْاَرْضِ)) (صحيح مسلم، الجہاد، باب الامداد بالملائكة فِی غزوة بدر و اباحة الغنائم، ح: 1763)

” اے میرے اللہ! وہ وعدہ پورا فرما۔ جو تو نے میرے ساتھ کیا، اے میرے اللہ مجھے وہ چیز عطا فرما جس کا تو نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے۔ اے میرے اللہ! اگر اہلِ اسلام میں سے یہ چند جوان ہلاک ہو گئے تو زمین پر تیری عبادت کرنے والا کوئی نہ ہوگا۔“

الٰہی اب وہ عہدِ شب معراج پورا کر
محمد سے جو وعدہ تھا وہ آج پورا کر
اگر اغیار نے ان کو جہاں سے محو کر ڈالا
نہ ہو گا اس جہاں میں کوئی تیرا چاہنے والا

اب آپ ہی فیصلہ فرمائیں کہ مشکل کشا کون ہے؟ پھر دیکھیں کہ اللہ سے مانگنے

کے لیے کیا وسیلہ ہونا چاہیے؟

سیدہ خولہ بنت ثعلبہ رضی اللہ عنہا

اب ایک عورت کی بات سنیں۔ یہ خاتون مدینہ کے قبیلہ بنی خزرج کی عورت تھی۔ خاوند نے غصے میں آ کر ماں کہہ دیا۔ مروجہ دستور کے مطابق یہ ایسی طلاق تھی کہ واپسی نا ممکن تھی۔ یہ خاتون نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عام رواج کے مطابق فرما دیا کہ اس کو طلاق ہے۔ کائنات میں سب سے افضل انسان سے مایوس ہو کر وہ خاتون وہیں بیٹھی اللہ کے سامنے فریادیں کرتی گئی۔ اس وقت تک اٹھنے کا نام نہیں لیا جب تک کہ مروّجہ دستور منسوخ نہیں ہو گیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر حالتِ وحی طاری ہو گئی۔ اور یہ آیات نازل ہوئیں:

﴿ قَدْ سَمِعَ اللهُ قَوْلَ الَّتِىْ تُجَادِلُكَ فِىْ زَوْجِهَا وَتَشْتَكِىْٓ اِلَى اللهِ وَاللهُ يَسْمَعُ تَحَاوُرَكُمَآ اِنَّ اللهَ سَمِيْعٌۢ بَصِيْرٌ اَلَّذِيْنَ يُظٰهِرُوْنَ مِنْكُمْ مِّنْ نِّسَآئِهِمْ مَّا هُنَّ اُمَّهٰتِهِمْ اِنْ اُمَّهٰتُهُمْ اِلَّا الّٰٓئِىْ وَلَدْنَهُمْ وَاِنَّهُمْ لَيَقُوْلُوْنَ مُنْكَرًا مِّنَ الْقَوْلِ وَزُوْرًا وَّاِنَّ اللهَ لَعَفُوٌّ غَفُوْرٌ ﴾ (المجادلة:2-1)

” اللہ نے سن لی ہے اس عورت کی بات جو تیرے ساتھ اپنے شوہر کے بارے میں جھگڑ رہی ہے۔ اللہ کے سامنے فریاد کرتی جا رہی ہے۔ اللہ تم دونوں کے سوال و جواب سن رہا ہے۔ بے شک اللہ سننے والا، دیکھنے والا ہے۔ تم میں سے جو اپنی بیویوں کو ماں کہہ دیں وہ ان کی مائیں نہیں ہو سکتیں۔ مائیں وہی ہیں جنہوں نے ان کو جنم دیا۔ وہ زبان سے نا پسندیدہ بات اور جھوٹ کہتے ہیں۔ اور اللہ معاف کرنے والا صاحب بخشش ہے ۔ “

سوچئے! کہ کس قدر نادان ہیں وہ لوگ جو اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں کہ ان کی نہیں سنتا۔ یہ ایک ایسا جرم ہے جو اللہ کو غضب ناک کرتا ہے۔ اللہ سنتا ہے، مگر کوئی پکارنے والا تو ہو۔

ہم تو مائل بہ کرم ہیں کوئی سائل ہی نہیں
راہ دکھلائیں کسے؟ رَہرِوِ منزل ہی نہیں
تربیت عام تو ہے، جوہرِ قابل ہی نہیں
جس سے تعمیر ہو آدم کی، یہ وہ گِل ہی نہیں
کوئی قابل ہو تو ہم شانِ کئی دیتے ہیں!
ڈھونڈنے والوں کو دنیا بھی نئی دیتے ہیں!
ہاتھ بے زور ہیں الحاد سے دل خوگر ہیں
امتی باعثِ رسوائیِ پیغمبر ہیں
بت شکن اٹھ گئے، باقی جو ہیں بت گر ہیں
تھا ابراہیم پدر، اور پسر آزر ہیں
بادہ آشام نئے، بادہ نیا، خُم بھی نئے!
حرمِ کعبہ نیا، بت بھی نئے، تم بھی نئے!

اللہ کا دروازہ مت چھوڑئیے۔ ایسے فقیر بن کر اس کی چوکھٹ تھام لیجئے۔ کہ اپنے آپ کو صرف اس کا بندہ اور محتاج ہونے کا یقین ہو جائے۔ نبی اکرمﷺ نے فرمایا:

((اُدْعُوا اللهَ وَاَنْتُمْ مُوْقِنُوْنَ بِالْاِجَابَةِ، وَاعْلَمُوْا أَنَّ اللهَ لَايَسْتَجِيْبُ دُعَآءً مِّنْ قَلْبٍ غَافِلٍ لَاٍ)) (جامع الترمذي، الدعوات، باب : 65، ح: 3479)

”اس یقین کے ساتھ اللہ سے دعا مانگو کہ وہ ضرور قبول ہو گی، جان رکھو کہ اللہ، غافل ، کھیلنے والے دل کی دعا قبول نہیں کرتا ہے “
گویا دعا اس طرح نہ مانگو کہ عہدِ وفا کسی مزار سے بھی باندھ رکھا ہو اور دعا رسمی طور پر اللہ سے بھی مانگ رہے ہوں۔ یقین جان لو کہ اللہ کو تو اپنے بندوں کے ساتھ انتہائی محبت ہے۔ نبی کریم انے فرمایا:

((اِنَّ رَبَّكُمْ حَیٌّ كَرِيْمٌ يَّسْتَحْی مِنْ عَبْدِہٖ اِذَا رَفَعَ يَدَيْہِ اِلَيْہِ، اَنْ يَّرُدَّهُمَا صِفْرًا)) (سنن ابي داو◆د، الوتر، باب الدعاء، ح: 1488)

”بیشک تمہارا رب حیا دار کریم ہے۔ وہ اپنے بندے سے حیا کرتا ہے کہ جب وہ ہاتھ بلند کرے تو وہ اسکے ہاتھوں کو اس کی طرف خالی لوٹا دے ۔ “
اس طرح پکارنا سیکھو جس طرح مائی خولہ رضی اللہ عنہ نے پکارا کہ اللہ تعالیٰ نے فورًا وحی نازل فرما دی۔ یہ ہے اللہ کتنا باریک بین اور اس قدر قریب ترین کہ اس نے فورًا قانون ہی منسوخ کر دیا۔ اور آئندہ ایسا کرنے والوں کے لیے سزا مقرر کردی۔ سورۃ مجادلہ پڑھئے۔
مگر ایک دلچسپ بات آپ کو بتا دوں کہ یہ خاتون اس واقعہ کے بعد صحابہ رضی اللہ عنہم میں بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھی جانے لگی کہ اس نے ایسی فریاد کی کہ عرش والا فورًا اس پر مہربان ہو گیا۔
ایک دن سیدنا عمررضی اللہ عنہ کچھ صحابہ کے ساتھ جا رہے تھے کہ راستے میں یہ خاتون ملی۔ اس نے سیدنا عمررضی اللہ عنہ کو روک لیا۔ بہت دیر تک سر جھکا کر اس کی باتیں سنتے رہے۔ ایک صاحب نے کہا: ”امیرالمومنین آپ نے قریش کے سرداروں کو اس بڑھیا کی خاطر اتنی دیر روکے رکھا ہے “ سیدنا عمررضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”جانتے ہو یہ کون ہے؟ یہ خولہ بنت ثعلبہ رضی اللہ عنہا ہیں۔ یہ وہ عورت ہے جس کی شکایت سات آسمانوں پر سنی گئی تھی۔ الله کی قسم! اگر مجھے یہ رات تک بھی کھڑا رکھتی تو میں کھڑا رہتا۔ بس نماز کے اوقات میں معذرت کرتا۔“
ایک بار یہ خاتون سیدنا عمررضی اللہ عنہ کو راستے میں ملیں۔ سیدنا عمررضی اللہ عنہ نے سلام کیا۔ سلام کا جواب دے کر کہنے لگیں: ”اے عمر(رضی اللہ عنہ)! ایک وقت تھا جب میں نے تم کو بازارِ عکاظ میں دیکھا تھا۔ تم اس وقت عمیر کہلاتے تھے۔ لاٹھی ہاتھ میں لیے بکریاں چراتے پھرتے تھے۔ پھر کچھ دیر نہ گذری تھی کہ تم عمر کہلانے لگے۔ پھر ایک وقت آیا کہ تم امیر المومنین کہے جانے لگے۔ ذرا رعیت کے معاملہ میں اللہ سے ڈرتے رہنا۔ یاد رکھو جو اللہ کی وعید سے ڈرتا ہے۔ اس کے لیے دور کا آدمی بھی قریبی رشتہ دار کی طرح ہوتا ہے۔ جو موت سے ڈرتا ہے اس کے حق میں اندیشہ ہے کہ وہ اس چیز کو کھو دے گا جسے بچانا چاہتا ہے ۔ ‘ ‘جارود عبدی رضی اللہ عنہ ،جو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے ،بولے:” اے عورت تو نے امیرالمومنین کے ساتھ زبان درازی کی ہے ۔ “ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کہنے لگے: ”جانتے ہو یہ کون ہے؟ انکی بات تو سات آسمانوں پر سنی گئی تھی۔ عمر کو بہت ہی دھیان سے سننی چاہئے ۔ “
غور فرمائیے! کہ اس عورت کو اللہ کے رسول ا جواب دے چکے ہیں کہ کچھ نہیں ہو سکتا۔ مگر اللہ نے فرمایا کہ ﴿ تَشْتَكِیْ اِلَى اللّٰہِ ﴾ یعنی ”وہ اللہ سے فریاد کرتی ہے ۔ “
گویا اللہ کے دربار میں اس کی فریاداوردعا ہی اس کا وسیلہ تھی۔

دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے۔
عملِ صالح اور دعا سے بڑھ کر کوئی وسیلہ نہیں
فرمانِ الٰہی ہے:

﴿ وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِىْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِىْ سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دَاخِرِيْنَ ﴾ (المؤمن:60)

” تمہارا پروردگار فرماتا ہے کہ تم دعا مجھ ہی سے مانگو۔ میں تمہاری دعاؤں کو قبول کروں گا۔ جو لوگ میری عبادت سے تکبر کرتے ہیں ان کو عنقریب ذلیل کر کے جہنم میں داخل کروں گا ۔ “

آیت صاف بتا رہی ہے کہ دعا عبادت ہے۔ جو اللہ ہی کا حق ہے۔ دعا نہ مانگنا تکبر ہے اور ٹھکانا جہنم ہے۔

اب ایک دلچسپ قصہ بیان کر کے بات ختم کر رہا ہوں۔ یہ قصہ بخاری شریف جلد دوم پارہ چودہ میں اسی طرح لکھا ہوا ہے۔ اس کا اردو ترجمہ ہی لکھ رہا ہوں:

اسمٰعیل، علی بن مسہر، اور عبداللہ رضی اللہ عنہم، سیدنا ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”تم سے پہلے لوگوں میں سے تین آدمی چلے جا رہے تھے کہ یکایک ان پر بارش ہونے لگی۔ وہ ایک غار میں پناہ گزین ہوئے(اوپر سے ایک بڑا پتھر گرا) غار کا منہ بند ہو گیا۔ پس ایک نے دوسروں سے کہا کہ صاحبو! اللہ کی قسم! سچائی کے سوا تم کو کوئی چیز نجات نہ دے گی۔ لٰذا تم میں سے ہر ایک کو چاہئے کہ اس چیز کے وسیلے سے دعا مانگے۔ جس کی نسبت وہ جانتا ہو کہ اس نے اس عمل میں سچائی کی ہے۔

پہلے شخص کا وسیلہ

ایک نے کہا! اے اللہ! تو خوب جانتا ہے کہ میرا ایک مزدور تھا۔ جس نے ایک” فرق“ (تقریباََ سات سیر) چاول کے بدلے میرا کام کر دیا تھا۔ وہ چلا گیا اور مزدوری چھوڑ گیا۔ میں نے اس ”فرق“ کو لے کر زراعت کی۔ اس کی پیدا وار سے جانور خرید لیے۔ پھر وہ مزدور میرے پاس مزدوری لینے آیا تو میں نے اس سے کہا کہ ان جانوروں کو ہانک کر لے جا۔ اس نے کہا۔ مذاق نہ کرو۔ میرے تو تمہارے ذمہ صرف ایک فرق چاول تھے۔ میں نے کہا کہ ان کو ہانک کر لے جا۔ کیونکہ یہ جانور اس فرق چاول کی پیدا وار میں سے ہی خریدے ہیں۔ پس وہ ان کو ہانک کر لے گیا۔ اے اللہ! تو جانتا ہے کہ یہ کام میں نے صرف تیرے خوف سے کیا تھا۔ اب تو ہم سے اس پتھر کو ہٹا دے۔ چنانچہ وہ پتھر کچھ ہٹ گیا۔

دوسرے کا وسیلہ

پھر دوسرے نے کہا! اے اللہ! تو خوب جانتا ہے کہ میرے ماں باپ بہت بوڑھے تھے۔ میں روزانہ رات کو ان کے لیے اپنی بکریوں کا دودھ دوہ کر لے جاتا تھا۔ ایک رات اتفاق سے ان کے پاس اتنی دیر سے پہنچا کہ وہ سو چکے تھے۔ میرے بال بچے بھوک کی وجہ سے بلبلا رہے تھے۔ میں نے اپنے تڑپتے ہوئے بچوں کو ماں باپ سے پہلے اس لیے دودھ نہ پلایاتھا کہ وہ سو رہے تھے اور ان کو جگانا مناسب نہیں سمجھا اور نہ ان کو چھوڑنا گوارا ہوا کہ وہ اس کے نہ پینے کی وجہ سے کمزور ہو جائیں گے۔ لٰذا میں رات بھر برابر انتظار کرتا رہا۔ یہاں تک کہ سویرا ہو گیا۔ اے اللہ! اگر تو جانتا ہے کہ یہ کام میں نے صرف تیرے خوف سے کیا تھا تو اب ہم سے اس پتھر کو ہٹا دے۔ چنانچہ وہ پتھر تھوڑا سا ہٹ گیا۔ اور اتنا ہٹ گیا کہ انہوں نے آسمان کو دیکھا۔

تیسرے کا وسیلہ

اس کے بعد تیسرے نے کہا! اے اللہ! تو خوب جانتا ہے کہ میرے چچا کی بیٹی تھی جو مجھے سب سے زیادہ محبوب تھی۔ میں نے اس سے (ناجائزکام کی) خواہش کی، وہ سو اشرفیاں لینے کے بغیر رضا مند نہ ہوئی۔ میں نے مطلوبہ اشرفیاں حاصل کرنے کے لیے دوڑ دھوپ کی۔ جب وہ مجھے مل گئیں تو میں نے وہ اشرفیاں اس کو دے دیں۔ اس نے اپنے آپ کو میرے قابو میں دے دیا۔ جب میں اس کی دونوں ٹانگوں کے درمیان بیٹھ گیاتو اس نے کہا کہ اللہ سے ڈر جا اور مُہرِ بکارت کو نا حق (بغیر نکاح کے) نہ توڑ۔ پس میں اٹھ کھڑا ہوا۔ وہ سو اشرفیاں بھی چھوڑدیں۔ اے اللہ! تو خوب جانتا ہے کہ میں نے تجھ سے ڈر کر یہ کام چھوڑ دیا تھا تو اب ہم سے اس پتھر کو ہٹا دے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے وہ پتھر پوری طرح سے ہٹا دیا۔ اور وہ تینوں باہر نکل گئے ۔ “

غور فرمائیے! کہ عملِ صالح جو صرف اللہ کی رضا جوئی کے لیے کیا جائے۔ وہ عمل اور پُرخلوص دعا ہی سب سے بڑا وسیلہ ہے۔ بندے کا کام ہے، بس مالک کی چوکھٹ نہ چھوڑے اور اُسی کی غلامی میں لگا رہے۔ حالی نے کیا خوب کہا ہے ۔

وہ ذاتِ واحد عبادت کے لائق
زبان اور دل کی شہادت کے لائق!
اُسی کے ہیں فرمان اطاعت کے لائق
اُسی کی ہے سرکار خدمت کے لائق!
لگاؤ تو لو اپنی اس سے لگاؤ
جھکاؤ تو سر اس کے آگے جھکاؤ
اُسی پر ہمیشہ بھروسہ کرو تم!
اُسی کے سدا عشق کا دم بھرو تم
اُسی کے غضب سے ڈرو، گر ڈرو تم!
اُسی کی طلب میں مرو، جب مرو تم
مُبَرَّا ہے شرکت سے اس کی خدائی
نہیں اس کے آگے کسی کو بڑائی
خِرَد اور ادراک رنْجُور ہیں واں
مہ و مہر ادنیٰ سے مزدور ہیں واں
جہاندار مغلوب و مقہور ہیں واں
نبی اور صدیق مجبور ہیں واں
نہ پُرسش ہے رہبان و احبار کی
نہ پروا ہے ابرار و احرار کی

زندہ بزرگوں سے دعا کروانا

دعا دوسرے سے کروانی بھی اسی صورت میں مفید ہو سکتی ہے جب آپ خود بھی دعا کریں اور اللہ کا اذن ہوجائے۔ جو بزرگ فوت ہو جائیں ان کے لیے تو ہم زندوں کو دعا کرنی چاہیے۔ خود دعا کرنے اور زندہ بزرگ سے دعا کروانے کا عقیدہ درست ہے۔ یہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں بھی تھا۔

سیدنا انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب قحط پڑتا، عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ، عباس رضی اللہ عنہ بن عبدالمطلب کے وسیلہ سے بارش کی دعا کرتے اور کہتے:

((اَللّٰھُمَّ اِنَّا کُنَّا نَتَوَسَّلُ اِلَیْکَ بِنَبِیِّنَا فَتَسْقِیْنَا وَاِنَّا نَتَوَسَّلُ اِلَیْکَ بِعَمِّ نَبِیِّنَا فَاسْقِنَا، قَالَ: فَیُسْقَوْنَ)) (صحيح البخاري، الأستسقاء، باب سوال الناس الأمام الأستسقاء اذا قحطوا، ح: 1010)

" اے ہمارے اللہ! ہم تیری طرف اپنے نبی ﷺ کا وسیلہ اختیار کرتے تھے(یعنی اُن کی زندگی میں اُن سے دعا کرواتے تھے)۔ اور تو ہمیں سیراب کرتا تھا۔ اب (آپ اکی وفات کے بعد) تیری طرف اپنے نبی ﷺ کے چچا کا وسیلہ اختیار کرتے ہیں(یعنی اُن سے دعا کرواتے ہیں) پس تو ہم کو پانی پلا۔"انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:" پس وہ سیراب کیے جاتے تھے ۔ "

ورنہ نبی اکرم ﷺ کی قبر وہاں موجود تھی۔ ان کی قبر پر ان کے وسیلے سے دعا مانگنے کا عقیدہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں اگر ہوتا تو قبر پر حاضر ہو جاتے۔ عباس رضی اللہ عنہ کو ساتھ تکلیف دے کر جنگل میں لے جانے کا کو ئی مقصد ہی نہ تھا۔ سیدناحسین رضی اللہ عنہ ایک مقصد لے کر اٹھے تھے۔ مدینے سے مکے اور مکے سے کوفے کی طرف چل پڑے۔ راستے ہی میں کربلا کے مقام پر المناک حادثہ پیش آگیا۔ معلوم یہی ہوتا ہے کہ فوت شدہ صاحبِ قبر کے طفیل اور واسطے سے دعا مانگنے کا عقیدہ ہمارے رہبر و رہنما پیرِ کامل امامِ اعظم ﷺ نے مسلمانوں کو دیا ہی نہیں۔ ورنہ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ اپنے گھرانے کی دنیا کو یوں داوٴ پر نہ لگاتے۔ بلکہ مدینے میں اس قبر سے چمٹے رہتے جس میں ان کے نانا بزرگ، امام الانبیاء، فخرِ بنی آدم، سردارِ دو جہان ﷺ آرام فرما ہیں۔

قبر پرستی کی بیماری مسلمانوں میں وبا کی طرح پھیل گئی ہے۔ میں نے ایک شخص کو ایک مزار سے نکلتے ہوئے دیکھا جو بار بار کہتا جا رہا تھا:"اچھا پیرا جو تیری مرضی ۔ " میں نے پوچھا کہ پیر نے کیا کر دیا ہے۔ جواب ملا: " مجھے اتنا عرصہ ہو گیا حاضری دیتے ہوئے مگر میری مراد پوری نہیں کرتا ۔ " میں نے کہا :"میاں! اللہ کو پکارو" کہنے لگا: "یہ بھی اللہ ہی ہیں ۔ " اِنَّا ِللهِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ اللہ ان نادانوں کو ہدایت دے۔

اللہ کا اِذن کس طرح حاصل ہو سکتا ہے؟

وہی عملِ صالح اللہ کے ہاں قابلِ قبول ہے جو خاص اللہ کی خوشنودی کے لیے اللہ کے خوف سے نبی اکرم ا کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے کیا جائے۔ فرمانِ الٰہی ہے:

﴿ قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللهُ وَیَغْفِرْلَکُمْ ذُنُوْبَکُمْ وَاللهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴾ (آل عمران:31)

"(اے میرے پیغمبر ا) ان کو فرما دیں کہ اگر تم اللہ سے محبت چاہتے ہو تو میری پیروی کرو۔ اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہ معاف کر دے گا اللہ بخشنے والا مہربان ہے ۔ "

گویا پیغمبر ا کی پیروی ایک وسیلہ ہے۔ اسی سے اللہ کا اِذن حاصل ہو سکتا ہے۔

کی محمد سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا؟ لوح و قلم تیرے ہیں

دعا کی اہمیت

دعا ایک مکمل اور پختہ وسیلہ ہے۔ ویسے تو ہر مخلوق اور ہر اِنسان کا ایک ایک سانس اور دنیا کی ایک ایک نعمت اللہ تعالیٰ ہی کی رحمت و عنایت کی بدولت ہے۔ مگر مشکل اور پریشانی میں اللہ کی توجہ اور رحمتِ خاص دعا سے ہی حاصل ہو

سکتی ہے۔
1۔ ترمذی شریف میں لکھا ہے:سیدناسلمان فارسی رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں
کہ نبی اکرم ا نے فرمایا تھا کہ تقدیر کو دعا کے بغیر کوئی چیز نہیں پھیر سکتی اور
عمر کو نیکی کے سوا کوئی چیز زیادہ نہیں کر سکتی۔
2۔ سیدنا انس رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ا نے فرمایا ہے:

((اَلدُّعَآءُ مُخُّ الْعِبَادَۃِ)) (جامع الترمذی، الدعوات، باب الدعاء مخ العبادۃ، ح:3371)

"دعا عبادت کا مغز ہے ۔ "
3۔ جناب سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ نبی رحمت ا نے فرمایا
ہے:
"جو شخص اللہ سے دعا نہ مانگے، اللہ اس سے ناراض ہو جاتا ہے۔"
4۔ "تمہارا پروردگار فرماتا ہے کہ تم دعا مجھ سے مانگو، میں تمہاری دعا کو قبول
کروں گا۔ جو لوگ میری عبادت سے تکبر کرتے ہیں ان کو عنقریب ذلیل کر کے جہنم
میں داخل کروں گا۔ "(مومن:6) یہ آیت وسیلہ کے موضوع میں لکھی جا چکی ہے۔
5۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ اَلَیْسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبْدَہٗ ﴾ (الزمر:36)

"کیا اللہ اپنے بندے کے لیے کافی نہیں ہے؟"
یہ سوال ان لوگوں کی عقل کو دعوتِ فکر دیتا ہے۔ جو اللہ کا دروازہ چھوڑ کر اِدھر
اُدھر کی ٹھوکریں کھاتے ہیں۔ یا، اللہ تک اپنی بات پہنچانے کے لئے دوسروں کا واسطہ
تلاش کرتے ہیں۔
6۔ اور فرمایا:

﴿ وَاِذَا سَاَلَکَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ اُجِیْبُ دَعْوَۃَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ فَلْیَسْتَجِیْبُوْا لِیْ وَلْیُؤْ
مِنُوْابِیْ لَعَلَّھُمْ یَرْشُدُوْنَ ﴾ (البقرۃ 186)

"جب میرے بندے تجھ سے میرے متعلق سوال پوچھیں (تو کہہ دے کہ) میں قریب ہوں۔
جب دعا کرنے والا دعا کرتا ہے تو میں قبول کرتا ہوں۔ پس ان کو بھی چاہیئے کہ یہ
میرے حکم کو قبول کریں اور مجھ ہی پر یقین رکھیں تاکہ بھلائی پائیں ۔ "

بعض دعائیں مستجاب کیوں نہیں ہوتیں؟

یہ ایک اہم اور دلچسپ سوال ہے۔ اس کی وجوہات تو کئی ہو سکتی ہیں۔ مگر
ایک وجہ یہ بھی ہے کہ خلوصِ دعا میں کمی ہوتی ہے۔ اگر انسان کو بھروسہ کسی
دوسری قوت پر، اپنی طاقت و ذہانت پر، کوشش پر، سفارش پر، رشوت اور دیگر
ذرائع پر ہو تو اللہ پر بھروسہ کم ہو جائے گا۔ اللہ سے رسمی دعا مانگے گا۔ اللہ بھی
اس کو ان ذرائع کے حوالے کر دے گا۔ میں یہ نہیں کہنا چاہتا کہ ان جائز ذرائع کو بھی
انسان چھوڑ ڈالے۔ نہیں، بلکہ کوشش لازم جانے۔ مگر اس کی بارآوری اور دارومدار
اللہ پر جانے۔اور کسی چیز پر توکّل نہ کرے سوائے اللہ کے۔
دوسری وجہ مصلحت: ماں انسان کے لیے سب سے بڑھ کر شفیق ہوتی ہے۔ ماں جب
محسوس کرتی ہے کہ اس کا بچہ کسی ایسی چیز کی طرف ہاتھ بڑھا رہا ہے۔ جو
اُس کے لیے ضرر رَساں (نقصان دِہ) ہے۔ تو اس کی خواہش کی سختی سے مخالفت

کرتی ہے۔ بچے اگر ضرر رساں چیز کو ہاتھ میں لے بھی لے تو زبردستی چھین لیتی ہے۔خواہ بچے چیخ چیخ کر احتجاج کرے۔ بلکہ اگر کھانے کی مضر چیز کو منہ میں بھی ڈال لے تو اس کے منہ میں انگلی ڈال کر نکال پھینکتی ہے۔ اگرچہ بچہ اس کو اپنے اوپر ظلم ہی تصور کرے۔

نبی اکرم ا کے ارشادات سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ بندے پر ماں سے بھی بڑھ کر شفیق ہے۔ جب اس سے بندہ دعا کرتا ہے اور وہ بندے کے لیے مفید نہ ہو تو اس عطا ء کو روک دیتا ہے۔ بلکہ جو نعمت بندے کے لیے ضرر رساں ہو وہ دے کر بھی چھین لیتا ہے۔ یہ بھی اس کی شفقت ہی کی علامت ہے۔ جس طرح بچہ ہر حال میں ماں کے دامن کو نہیں چھوڑتا بلکہ اس کی آغوش میں سکون محسوس کرتا ہے۔ اس کو اپنے لیے مجسمۂ رحمت جانتا ہے۔ اسی طرح انسان کو بھی چاہیے کہ اللہ کی رحمت سے کبھی مایوس نہ ہو۔ وہ تو ماں سے بھی زیادہ شفیق ہے۔ جائز چیز کے حصول کی کوشش جاری رکھے اور دعا مانگنے میں کبھی سُستی نہ کرے۔ اس کے لیے مفید چیز اللہ عطا کر دے گا ورنہ نعم البدل عطا کرے گا یا اس کی دعا کو قیامت کے لیے ذخیرہ کر دے گا۔ بہرحال بندے اور اللہ کا تعلق ہمیشہ قائم رہنا چاہیے، جس میں کسی قسم کی ملاوٹ اور کھوٹ نہ ہو۔ تمام کوششوں کی بارآوری اس کی رحمت پر ہے۔ جائز کوشش کے باوجود نگاہ اسی کے درِ رحمت پر جمی رہے۔ اسی میں سکون اور عافیت ہے۔

﴿ وَلَقَدْخَلَقْنَا الْاِنْسَانَ وَنَعْلَمُ مَا تُوَسْوِسُ بِهٖ نَفْسُهٗ ◆ وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ ـ
(قٓ:16)

”ہم نے انسان کو پیدا کیا اور ہم جانتے ہیں کہ اس کے دل میں کیا کیا خیالات پیدا ہوتے ہیں۔ اور ہم اُس سے اُس کی شاہ رگ سے بھی قریب ہیں ۔ “

افسوس ان بے شعور انسانوں کی نا سمجھی پر کہ شاہ رگ سے قریب اور دل کے خیالات کو جاننے والے کو بھلا کر ان لوگوں کی طرف مائل ہیں جن کے بارے میں اللہ کا فرمان ہے کہ وہ زندگی میں بے بس ، وفات کے بعد بے خبر اور قیامت کے دن انکار کر دیں گے۔ لوگو! اللہ سے مخاطب ہونا سیکھو۔ وہ صاحبِ اقتدار ہے۔ مجبور نہیں۔ وہ شاہ رگ سے قریب ہے، دور نہیں۔ اس کا علم مکمل ہے۔ دوسروں کی طرح نامکمل اور ادھورا نہیں۔ اس کو زوال، کمزوری اور موت نہیں۔ بلکہ:

﴿ هُوَالْحَيُّ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَادْعُوْهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ـ (المؤمن:65)

”وہ زندہ ہے۔ اس کے علاوہ کوئی قابلِ عبادت نہیں۔ پس اس کو خالص کر کے پکارو اور اسی کی عبادت کرو۔ سب تعریف اللہ ہی کے لیے ہے جو جہانوں کا پروردگار ہے ۔ “

بتوں سے تجھ کو اُمیدیں خدا سے نو میدی
مجھے بتا تو سہی اور کافری کیا ہے؟

فرمانِ علی ہجویری

یہ وہ بزرگ ہیں جو غزنی ،افغانستان سے بسلسلۂ تبلیغ لاہور تشریف لائے تھے۔ لاہور ہی میں دفن ہوئے۔ ان کے مزار پر لوگ کئی زیادتیاں کرتے ہیں اور ان سے کئی امیدیں باندھتے ہیں۔ وہ اپنی مشہور کتاب ”کشف المحجوب“ میں اپنے آپ کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں:

”اے علی! لوگ تجھ کو گنج بخش کہتے ہیں مگر تیرے پاس کسی کو دینے کے لیے کوڑی بھی نہیں ہے تو اس پر فخر نہ کر کیونکہ گنج بخش (خزانہ بخشنے والا) اور رنج بخش صرف اللہ کی ذات ہے ۔ “

مگر اس قوم کا کیا ہو گا جو اصل داتا اور گنج بخش کو چھوڑ کر ان بزرگوں کو” داتا“ اور ”گنج بخش“ کہہ کر ان کی روحوں کو دُکھ دیتے ہیں۔ یقینا قیامت کے روز اللہ ان سے جواب طلبی کرے گا۔ایک کاروبار کی خاطر یہ سلسلہ چلا دیا گیا ہے۔ علامہ اقبال کھری کھری بات کہنے کے عادی تھے اور کیا کھری بات کہہ گئے ہیں:

جن کو آتا نہیں دنیا میں کوئی فن تم ہو
نہیں جس قوم کو پروائے نشیمن تم ہو!
بجلیاں جس میں ہوں آسودہ وہ خر من تم ہو
بیچ کھاتے ہیں جو اسلاف کے مدفن تم ہو!
ہو نکو نام جو قبروں کی تجارت کر کے
کیا نہ بیچو گے جو مل جائیں صنم پتھر کے؟

دعا کا طریقہ

قرآن کریم میں اللہ کریم نے بہت سے انبیاء کرام ں کی دعائیں نقل فرما دی ہیں جو انہوں نے مختلف حا لات میں مانگی تھیں۔ تاکہ مسلمان ویسے حا لات میں اسی طرح مانگیں۔ ان میں سے چند ایک کا ذکر کیا جا چکا ہے۔ کتب ِ احادیث میں بھی بہت سی دعائیں درج ہیں جو رسول اللہ ا مانگتے رہے۔ افضل یہی ہے کہ وہ دعائیں یاد کی جائیں اور اسی لب و لہجہ میں مانگی جائیں جو قرآن و حدیث میں درج ہے۔ لیکن اگر معذوری ہو کہ ان دعاؤں کو یاد نہیں کر سکتے تو دعا مانگنا مت چھوڑ دیں۔ اللہ ہر زبان سمجھتا ہے۔ دل کی کیفیت جانتا ہے۔ خلوصِ دل سے اپنی ہی زبان میں مانگ لیں۔ کسی دعا میں کسی کا وسیلہ یا واسطہ ڈال کر نہیں بتایا گیا ہے۔ دعا کا مفہوم و مقصد سمجھ کر مانگیں تاکہ زبان کے ساتھ آپ کا دل و دماغ بھی شاملِ دعا ہو۔

دعا سے پہلے اور بعد نبی رحمتا پر درود پڑھنا نہ بھولیں۔ ورنہ دعا قبولَ نہ ہو گی۔ آخر میں آمین بھی ضرور کہہ دیں۔ دل ہر قسم کے شرک سے پاک صرف اللہ ہی کے لیے خالص ہو۔ ورنہ بقول اقبال مرحوم #

جو میں سر بہ سجدہ کبھی ہوا تو زمین سے آنے لگی صدا
تیرا دل تو ہے صنم آشنا تجھے کیا ملے گا نماز میں؟

درود شریف کی اہمیت و فضیلت

درود شریف کی اہمیت یوں سمجھ لیں کہ درود کے بغیر کوئی نماز، نماز نہیں۔ اور کوئی دعا، دعا نہیں۔ البتہ درود، مسنون (یعنی سنت سے ثابت شدہ) ہونا چاہیئے۔ مگر مسلمانوں نے اپنی مرضی سے بہت سے درود بنا لیے ہیں اور ان کے نام خود رکھ لیے ہیں۔ جن کا کوئی ذکر کتبِ احادیث میں نہیں ہے۔ ایسے درود ،اگر آپ خلوص نیت سے پڑھتے بھی رہیں گے جس پر میرے اور آپکے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مہر نہ ہو تو آپ خود فیصلہ کرلیں کہ اس کھوٹے سکے کو مارکیٹ میں کون قبول کرے گا۔ گویا خلافِ سُنّت خلوص بھی بیکار ہے۔

ہمیشہ وہ مستند درود شریف پڑھیں جو کتب احادیث میں درج ہیں۔ ان میں سے ایک تو وہ ہے جو ہم نماز میں پڑھتے ہیں۔میرا مشورہ ہے کہ آپ زیادہ الجھن میں نہ پڑیں اورصرف یہی درود شریف پڑھ لیا کریں۔ کم از کم دل کو یقین تو ہو گا کہ اس

پر مہرِ مدینہ ﷺ قرآن مجید میں درود شریف کے لیے یوں حکم آیا ہے:

﴿ اِنَّ اللهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓاَيُّهَاالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ﴾ (الاحزاب:56)

” اللہ اور اس کے فرشتے نبی ا پر درود شریف بھیجتے ہیں۔ اے ایمان والو! تم بھی آپ ﷺپر درود و سلام بھیجا کرو ۔ “

بخاری و مسلم میں یہ حدیث درج ہے:

جناب عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ نے ملاقات کی اور کہا کہ میں تجھ کو وہ چیز ہدیہ نہ دوں؟ جس کو میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے۔ میں نے کہا ہاں ہم کو وہ ہدیہ ضرور دیجئے۔ انہوں نے کہا کہ ہم نے نبی ا سے دریافت کیا تھا کہ یا رسول اللہ ﷺ! آپ پر اور اہلِ بیت پر ہم کس طرح درود شریف بھیجیں؟ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اس طرح کہو:

((اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ))

” اے ہمارے اللہ! محمدا اور آلِ محمد پر رحمت بھیجے جس طرح تو نے ابراہیم ں اور آلِ ابراہیم ں پر رحمت بھیجی تھی بے شک تو تعریف کیا گیا پاک ہے۔ اے ہمارے اللہ! محمدا اور آلِ محمد اپر برکتیں بھیجے جس طرح تو نے ابراہیم ں اور آلِ ابراہیم ں پر برکتیں بھیجی تھیں بے شک تو تعریف کیا گیا پاک ہے ۔ “

درود کا مقام

مسلم شریف میں یہ حدیث جناب ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی گئی ہے کہ نبی اکرم انے فرمایا کہ ” مجھ پر جو شخص ایک مرتبہ درود بھیجے گا اللہ اس پر دس مرتبہ رحمت نازل فرمائے گا ۔ “

آپ ہی فیصلہ کریں کہ ہم من گھڑت درود پڑھ کر اپنا وقت اور ثواب کیوں ضائع کریں؟ حقیقت یہ ہے کہ جس درود کی سند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک نہیں پہنچتی وہ باطل ہے۔ رہا اصل درود شریف! تو وہ ہمیشہ پڑھتے رہنا چاہئے۔ جس جملے کے شروع میں اَ للّٰھُمَّ یا رَبَّنَاکا لفظ آئے وہ دعا ہے لٰہذا درود شریف بھی دعا ہے۔

دعا کا وقت

اگرچہ دعا ہر وقت مانگتے رہنا چاہیئے مگر کچھ مواقع کتبِ احادیث میں ملتے ہیں جن میں سے صرف ایک کا ذکر میں یہاں کر دیتا ہوں۔

ترمذی شریف میں لکھا ہے کہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ: ” میں نماز پڑھ رہا تھا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے۔ ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ میں نماز کے بعد بیٹھا تو اللہ کی تعریف کی، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجا، اپنے لیے دعا کی، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”جو مانگنا ہے مانگ، دیا جائے گا، مانگ، دیا جائے گا ۔ “

گویا نماز دعا کے لیے بہترین وقت ہے۔ نماز مومن کی معراج ہے۔ اس وقت مومن

یک سُو ہو کر اللہ سے براہ راست باتیں کرتا ہے۔ کوئی وسیلہ درکار نہیں ہے۔ واسطہ نہ طفیل: ایسے ہی دعائیں مانگنے والے لوگوں کے لیے اللہ نے فرمایا ہے:

﴿ اُولٰۗىِٕكَ الَّذِيْنَ نَتَقَبَّلُ عَنْهُمْ اَحْسَنَ مَا عَمِلُوْا وَنَتَجَاوَزُ عَنْ سَيِّاٰتِهِمْ فِيْٓ اَصْحٰبِ الْجَنَّةِ ﴾ (الأحقاف:16)

”یہی لوگ ہیں جن کے اعمال میں سے اچھے ہم قبول کرتے ہیں اور ان کی برائیوں سے ہم در گذر کرتے ہیں اور وہ صاحبِ بہشت ہیں ۔ “
دعا عبادت ہے اور صرف اللہ ہی کا حق ہے ۔ دعا نہ مانگنے پر اللہ ناراض ہوتا ہے۔
دعا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمانبرداری سے بڑھ کر کوئی وسیلہ نہیں ہے اس کے علاوہ باقی ہر خود ساختہ فعل مشرکانہ ہے اور شرک ظلم ہے۔
چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَاِذْ قَالَ لُقْمٰنُ لِابْنِهٖ وَهُوَ يَعِظُهٗ يٰبُنَيَّ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ ﴾ (لقمان: 13)

” اور جب لقمان ؑ نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ اے میرے بیٹے! اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا۔ بیشک شرک سب ظلموں سے بڑا ظلم ہے ۔ “
اسی مقام پر اللہ کریم نے والدین کا حق بیان کرتے ہوئے ماں کا حق بیان فرمایا ہے۔ لیکن بے حد و حساب ، احسان کرنے والی ماں بھی اگر شرک کے لیے کہے،تو ”اللہ نے حکم دیا ہے“ کہ اس کی فرمانبرداری مت کرو۔ البتہ دنیا کے کاموں میں اس کی خدمت ضرور کرتے رہو۔

شرک نیک اعمال کو کھا جاتا ہے

دونوں جہانوں میں سردارِ انبیاء محمد مصطفی ﷺ سے بڑھ کر کوئی شخصیت ہمارے نزدیک نہیں ہے۔ مگر شرک کے معاملے میں آپ ﷺ کے بارے میں جو فرمانِ باری تعالیٰ نازل ہوا ہے۔ اسے دیکھ لیں:

﴿ وَلَقَدْ اُوْحِيَ اِلَيْكَ وَاِلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكَ لَىِٕنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴾ (الزمر:65)

”تیری طرف اور تجھ سے پہلے لوگوں کی طرف ہم نے وحی کی کہ اگر تم نے اللہ کے ساتھ شرک کیا تو تمہارے سارے اعمال ضائع کر دوں گا اور تم زیاں کاروں میں سے ہو جاوٴ گے ۔ “
ایک بات ذہن نشین فرما لیں کہ اللہ کو کسی قوم یا شخص سے محبت نہیں ہے بلکہ اللہ کو اپنے قانون سے محبت ہے۔ جو اس کے قانون کو مانے وہ اس کو محبوب اور جو نہ مانے وہ مردود ہے۔ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے ابراہیم، اسحاق، یعقوب، نوح، سلیمان، ایوب، یوسف، موسیٰ، ہارون، زکریا، یحییٰ، عیسیٰ، الیاس، اسماعیل، یونس اور لوط علیہم السلام جیسے برگزیدہ انبیاء کا ذکر فرما کر فرمایا کہ ان کو دوسرے لوگوں پر فضیلت بخشی گئی تھی۔ مگر ان کی بابت بھی فرمایا گیا:

﴿ وَمِنْ اٰبَآئِهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ وَاِخْوٰنِهِمْ وَاجْتَبَيْنٰهُمْ وَهَدَيْنٰهُمْ اِلٰيصِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمِ   ذٰلِكَ هُدَى اللّٰ يَهْدِيْ بِہٖ ◆ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِہٖ ◆ وَلَوْ اَشْرَكُوْا لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ   ﴾ (الانعام: 87-88)

” ان کے آباوٴاجداد، بیٹوں اور بھائیوں میں سے ہم نے پسند کیے تھے اور ان کو صراطِ مستقیم کی ہدایت کی تھی یہ ہدایت اللہ ہی کی طرف سے ہے، جس کو چاہتا ہے اپنے بندوں میں سے ہدایت فرماتا ہے۔ اگر یہ شرک کرتے تو ان کے تمام اعمال کھوئے جاتے ۔ “

اس واضح اور صریح آیتِ مبارکہ سے ثابت ہوا کہ شرک اعمال صالحہ کو کھا جاتا ہے۔ لٰذا ہر مسلمان کو شرک سے بچنا چاہیئے۔

شرک پر مرنے والے کی معافی نہیں

فرمانِ الٰہی ہے:

﴿ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِہٖ ◆ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰ فَقَدِ افْتَرٰى اِثْمًا عَظِيْمًا   ﴾ (النسآء:48)

” بیشک اللہ اس بات کو کبھی معاف نہیں کرے گا کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک بنایا جائے۔ علاوہ ازیں دوسرے گناہ جو وہ چاہے گا معاف فرمادے گا۔ جس نے اللہ کے ساتھ شریک بنایا، اس نے گناہ عظیم باندھ لیا ۔ “

پھر فرمایا:

﴿ اِنَّ اللهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِہٖ وَيَغْفِرُ مَادُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلاً م بَعِيْدًا   ﴾ (النساء:116)

”بے شک اللہ اس بات کو معاف نہیں کرے گا کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک بنایا جائے۔ اس کے علاوہ دوسرے گناہ جو وہ چاہے گا، معاف فرما دے گا اور جس نے اللہ کے ساتھ شریک بنایا وہ دُور گمراہی میں جا گرا ۔ “

شرک اس قدر خطرناک گناہ ہے کہ اس کے علاوہ باقی کا فیصلہ وقت آنے پر ہو گا مگر شرک کا فیصلہ کیا جا چکا ہے کہ اس کی معافی نہیں ہے۔ افسوس کی بات یہ ہے کہ باقی گناہ کرنے والے سے امید کی جا سکتی ہے کہ کسی وقت توبہ کر لے گا کیونکہ گناہ کو ہر شخص گناہ ہی کہتا ہے۔ مگر مشرک اوربدعتی تمام عمر اس خوش فہمی میں رہتا ہے کہ وہ نیکی کر رہا ہے وہ شرک و بدعت کو گناہ سمجھتا ہی نہیں۔ یہی وجہ ہے تادمِ واپسی اسے توبہ کی ضرورت ہی محسوس نہیں ہوتی وہ اپنے آپ کو مکڑی کی طرح خیالات کا تانا بانا بنا کر مضبوط قلعہ میں محفوظ سمجھتا ہے۔ مگر حقیقت کا ایک ہی جھٹکا سب تانا بانا بکھیر کر رکھ دیتا ہے۔

شرک تمام برائیوں کی جڑ ہے

مشرک کا یہ عقیدہ پختہ ہوتا ہے کہ اللہ سے بات منوانے کے لیے سفارش کام کر سکتی ہے۔ وہ تمام عمر اسی غلط فہمی میں مبتلا رہتا ہے کہ فوت شدہ بزرگ سفارش کر کے اسے نجات دلا سکتے ہیں اور اس کی بگڑی بنا سکتے ہیں۔ وہ اپنے خیال کے مطابق بزرگوں کی روحوں کو اپنے حق میں راضی رکھنے کے لیے ان کے نام کی نذر و نیاز اور عرس بھنڈارے پر حاضری کو کافی سمجھتے ہوئے عمر کھپا دیتا ہے۔ باقی گناہوں سے وہ اپنے آپ کو آزاد سمجھتا ہے۔ گویا شرک تمام گناہوں کی جڑ ہے۔ مثلاََ ایک بازاری عورت اپنے گناہ کی معافی کے لیے مسجد میں کبھی نہیں جاتی بلکہ وہ

پیر کے مزار پر چڑھاوا دینا کافی خیال کرتی ہے۔ اسی غلط فہمی بلکہ خوش فہمی
میں وہ عمر گزار دیتی ہے۔ اخبارات میں اغوا اور لٹ جانے کی خبریں اکثر دیکھی
جاتی ہیں۔ یہ سب شرک ہی کا نتیجہ ہے۔

شرک کیوں؟

یہ ہر گز نہ بھولیے کہ شیطان ہمارا ازلی و ابدی دشمن ہے۔ اس کی ہمیشہ
کوشش ہوتی ہے کہ زیادہ سے زیادہ انسان اس کا شکار ہوں۔ جو انسان ذرا اللہ کی
یاد سے غافل ہوتا ہے اس پر شیطان قبضہ کر لیتا ہے۔

﴿ وَمَنْ يَّعْشُ عَنْ ذِكْرِالرَّحْمٰنِ نُقَيِّضْ لَهٗ شَيْطٰنًا فَهُوَ لَهٗ قَرِيْنٌ وَّاِنَّهُمْ لَيَصُدُّوْنَهُمْ عَنِ
السَّبِيْلِ وَيَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ حَتّٰى اِذَا جَآءَ نَا قَالَ يٰلَيْتَ بَيْنِىْ وَبَيْنَكَ بُعْدَالْمَشْرِقَيْنِ
فَبِئْسَ الْقَرِيْنُ ﴾ (الزخرف:38-38)

”اور جو شخص اللہ کی نصیحت (یعنی قرآن) سے اندھا بن جائے ہم اس پر شیطان کو
مسلط کر دیتے ہیں۔ جو کہ اس کا ہم نشین بن جاتا ہے۔ پھر وہ (شیاطین) اس کو
سیدھی راہ سے روکتے ہیں اور وہ سمجھتا رہتا ہے کہ وہ ہدایت یافتہ ہے۔ یہاں تک
کہ وہ ہمارے پاس آ جاتا ہے۔ تو(وہ شیطان سے) کہتا ہے ”اے کاش! میرے اور تیرے
درمیان مشرق تا مغرب جتنی دوری ہوتی ۔ تُو تو بد ترین ہم نشین ہے ۔ “

ادھر اللہ نے تلاشِ حق کا جذبہ ہر دل میں رکھ دیا ہے۔ انسان ہمیشہ حق کا متلاشی
رہا ہے۔ شیطان انسان کے اس جذبہ سے پورا پورا فائدہ اٹھانے کے لیے اپنی کوشش
انسان کو بے علم رکھنے پر صرف کرتا ہے۔ تاکہ وہ حق و باطل میں تمیز نہ کر سکے
اور پھر مندرجہ بالا آیت کے مطابق باطل کو اس کے سامنے اس طرح پیش کرتا ہے کہ
انسان اسی کو حق سمجھ کر اس پر سرمایۂ حیات کھپا دیتا ہے اور اسے کبھی توبہ
نصیب نہیں ہوتی۔ یہاں تک کہ موت کا جھٹکا آتے ہی حقیقت اس کے سامنے کھل
جاتی ہے۔ وہ دن آجاتا ہے کہ:

﴿ يَوْمَ لَا يَنْفَعُ الظّٰلِمِيْنَ مَعْذِرَ تُهُمْ وَلَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوْءُ الدَّارِ ﴾ (المؤمن:52)

”جس دن ظالموں کی معذرت ان کو نفع نہ دے گی اور ان کے لیے لعنت ہے۔ اور ان کے
لیے بُرا گھر ہے ۔ “

شیطان خوب جانتا ہے کہ شرک سے بڑھ کر کوئی گناہ نہیں۔ کیونکہ شرک کی
معافی نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ہر دور میں زیادہ سے زیادہ لوگ شرک میں مبتلا
دکھائی دیتے ہیں۔ اس کی بہت سی فوج اس کی مدد کے لیے کمر بستہ ہے۔ وہ
علماء، پیر اور درویش کا روپ دھار کر انسان پر حملہ آور ہوتے ہیں۔ اللہ نے ہم کو
اس طرح آگاہ فرمایا ہے:

﴿ اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا يَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَ هُمْ وَاِنَّ فَرِيْقًا مِّنْهُمْ لَيَكْتُمُوْنَ الْحَقَّ
وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴾ (البقرة:146)

”جن لوگوں کو کتاب دی گئی ہے وہ اسکویوں پہچانتے ہیں جیسے اپنے بیٹوں کو۔ اور
ان میں ایک ایسا گروہ بھی ہے جو حق کو جان بوجھ کر چھپاتا ہے ۔ “

یہ ہیں گندم نما جَو فروش مولوی، پیر اور درویش جن کے آستانوں کی رونق اور ان
کی قوت کا سرچشمہ بھی ہم ہی ہیں۔اس حق کو چھپانے کے لیے وہ معاوضہ بھی
ہم ہی سے وصول کرتے ہیں۔

فرمانِ الٰہی پڑھئے:

﴿ یٰۤاَیُّهَاالَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّ كَثِیْرًا مِّنَ الْاَحْبَارِ وَالرُّهْبَانِ لَیَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَیَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ﴾ (التوبۃ:34)

”اے ایمان والو! بے شک تمہارے عالموں اور پیروں میں سے اکثر ایسے ہیں جو لوگوں کے مال باطل طریقوں سے کھا جاتے ہیں اور اللہ کی راہ سے لوگوں کو روکتے ہیں ۔ “
ہم جاہل اتنے ہیں کہ اپنا سب کچھ لٹا کر بھی اس زعمِ باطل میں مبتلا رہتے ہیں کہ وہ ہم پر احسانِ عظیم فرما رہے ہیں۔ یہ لوگ ہمارا ہی خون چوس کر ہم پر ہی فوقیت جتاتے ہیں، ہمیں اس قدر فریب زدہ کر دیتے ہیں کہ ہم ان کے لیے لڑنے مرنے پر تیار رہتے ہیں #

خداوند یہ تیرے سادہ دل بندے کدھر جائیں
کہ سلطانی بھی عیاری ہے درویشی بھی عیاری

﴿ وَاِذَا تُتْلٰى عَلَیْهِمْ اٰیٰتُنَا بَیِّنٰتٍ تَعْرِفُ فِیْ وُجُوْهِ الَّذِیْنَ كَفَرُوا الْمُنْكَرَ یَكَادُوْنَ یَسْطُوْنَ بِالَّذِیْنَ یَتْلُوْنَ عَلَیْهِمْ اٰیٰتِنَا ﴾ (الحج:72)

”جب اُن کے سامنے ہماری واضح آیات پڑھی جاتی ہیں تو آپ ان منکرین کے چہروں پر ناخوشی کے آثار دیکھیں گے۔ قریب ہے کہ ہماری آیات پڑھ کر سنانے والوں پر حملہ کر دیں ۔ “
قارئین کرام! آپ نے اکثر ایسے تصادم دیکھے بھی ہوں گے۔ یہ سب ان دھوکے بازوں کا کیا دھرا ہوتا ہے۔ عوام ان پر فریفتہ ہوتے ہیں، کیونکہ یہ آسان مذہب اور معافی کا پرچار کرتے ہیں، جو لوگوں کو پسند ہوتا ہے۔ وہ اسی کو حق سمجھ کر اسی پر سرمایۂ حیات کھپا دیتے ہیں اور پھر:

﴿ وَاِذَا قِیْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ مَاۤ اَلْفَیْنَا عَلَیْهِ اٰبَآءَنَا اَوَلَوْ كَانَ اٰبَآؤُهُمْ لَا یَعْقِلُوْنَ شَیْـًٔا وَّلَا یَهْتَدُوْنَ ﴾ (البقرۃ:170)

”جب ان کو کہا جاتا ہے کہ اس چیز کی پیروی کرو جو اللہ نے نازل فرمائی ہے۔ تو کہتے ہیں کہ ہم تو اس چیز کی پیروی کریں گے جس پر ہم نے اپنے آبا ء واَجداد کو پایا ہے۔ کیا اگرچہ ان کے آباء واَ جداد بے سمجھ اور راِہ راست سے بھٹکے ہوئے ہوں؟“ (پھر بھی یہ انہی کی پیروی کریں گے؟؟)

﴿ وَاِذَا قِیْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا اِلٰى مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَاِلَى الرَّسُوْلِ قَالُوْا حَسْبُنَا مَا وَجَدْنَا عَلَیْهِ اٰبَآءَنَا اَوَلَوْ كَانَ اٰبَآؤُهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ شَیْـًٔا وَّلَا یَهْتَدُوْنَ ﴾ (المائدۃ:104)

”جب ان سے کہا جاتا ہے کہ تم اللہ کی نازل کی ہوئی چیز(قرآن) اور اس کے رسول ا کی طرف آؤ تو کہتے ہیں کہ جس (چیز) پر ہم نے اپنے آباء واَجداد کو پایا ہمارے لیے وہی کافی ہے۔ کیا اگرچہ ان کے آباء واَجداد جاہل ہوں اور ان کو ہدایت بھی نصیب نہ ہوئی ہو ؟ “
قارئین کرام! ذہن نشین رکھیں کہ یہ دھوکے دینے والا شیطان اور اس کے نائب، ہمیں انبیاء کرام ں کے معجزات اور اولیائے کرام کی کرامات کا حوالہ دے کر یہ باور کرا تے ہیں کہ اس کائنات میں اللہ والے یوں بھی کر سکتے ہیں، کیونکہ اللہ نے ان کو اختیار دے رکھا ہے۔ جبکہ یہ نرا دھوکہ ہے۔
آئیے! ہم معجزے اور کرامات کی حقیقت پر قرآن کریم کی روشنی میں غور کر لیں ۔

معجزہ و کرامت

ہمیں فریب دینے کے لیے جو معجزات و کرامات سنائے جاتے ہیں ان میں سے کئی تو
من گھڑت اور ہوائی ہوتے ہیں لیکن اگر ”سچ “ بھی ہوں تو آپ بس ایک بات یاد
رکھیں کہ معجزہ نبی ا کا اور کرامت ولی کا اپنا فعل نہیں ہوتا بلکہ یہ مکمل طور
پر اللہ کا فعل ہوتا ہے۔ اس کے اظہار میں بزرگ بے بس ہوتا ہے۔
جہاں دار مغلوب و مقہور ہیں واں
نبی (ا) اور صدیق مجبور ہیں واں
مثلاً: دیکھئے کہ کفار نے بار بار معجزات کا مطالبہ کیا اور پیش نہ کرنے کی صورت میں
نبی اکرم ا پر اعتراض کیا۔ ان کا جواب اللہ کریم نے یوں ارشاد فرمایا:

﴿ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلاً مِّنْ قَبْلِکَ وَجَعَلْنَا لَهُمْ اَزْوَاجًا وَّذُرِّيَّةً وَّمَا كَانَ لِرَسُوْلٍ اَنْ يَّاْتِيَ بِاٰ يَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰہِ لِكُلِّ اَجَلٍ كِتَابٌ ﴾ (الرعد:38)

”آپ ا سے پہلے بھی ہم نے رسول بھیجے تھے۔ ان کی بیویاں اور اولادیں بھی تھیں۔
کسی نبی کے بس میں کبھی یہ نہ ہوا کہ بغیر اللہ کے اِذن کے کوئی نشانی(معجزہ) لے
آئے۔ بلکہ ہر کام کے لیے ایک لکھی ہوئی (مقررہ) معیاد ہوتی ہے ۔ “
پھر واضح فرمایا کہ یہ کوئی نیا اعتراض نہیں ہے۔ بلکہ قومِ نوح ، عاد و ثمود کا ذکر
فرماتے ہوئے ارشاد ہوا کہ انہوں نے بھی اپنے انبیاء کرام علیہم السلام پر یہ اعتراض
جڑا تھا :

﴿ قَالُوْٓا اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا تُرِيْدُوْنَ اَنْ تَصُدُّوْنَا عَمَّا كَانَ يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا فَاْتُوْنَا بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ قَالَتْ لَهُمْ رُسُلُهُمْ اِنْ نَّحْنُ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰہَ يَمُنُّ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ◆ وَمَا كَانَ لَنَآ اَنْ نَّاْتِيَكُمْ بِسُلْطٰنٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴾ (ابراہیم:10-11)

”انہوں نے کہا کہ تم تو ہماری طرح کے بشر ہی ہو۔ تمہارا تو یہ ارادہ ہے کہ تم ہم
کو ان کی عبادت کرنے سے روکو جن کی عبادت ہمارے باپ دادا کرتے چلے آئے ہیں
پس ہمارے پاس کوئی صاف صاف دلیل لاوٴ۔ ان کے انبیاء کرام نے فرمایا کہ ہم
تمہاری مانند بشر ہی ہیں لیکن اللہ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہے، احسان فرما
دیتا ہے۔ ہمارے بس کی بات نہیں کہ اللہ کے اِذن کے بغیر کوئی دلیل(معجزہ) لے آئیں
ایمان والوں کو چاہئے کہ اللہ پر ہی توکل کریں ۔
اگر آپ اب بھی بات نہیں سمجھے تو لیجئے آپ کے سامنے صرف دو مثالیں پیش کرتا
ہوں:
موسیٰ علیہ السلام کی مثال: مصر سے نکلنے اور مدین پہنچنے کا قصہ مختصرًا پیچھے
بیان کیا جا چکا ہے۔ وہ قصہ یہاں ختم ہوا تھا کہ موسیٰ علیہ السلام نے اللہ سے مدد
چاہی تھی۔ پس ان دونوں جوان لڑکیوں نے پانی پلانے کا قصہ باپ سے بیان کیا۔
مشورہ دیا کہ اس کو ملازم رکھ لیا جائے کہ ہمارا بھائی کوئی نہیں ہے ان میں سے ایک
کو باپ نے روانہ فرمایا۔ یہ باپ بھی اللہ کے نبی سیدنا شعیب علیہ السلام تھے۔ جو کہ
کمزور، اور بینائی سے محروم ہو چکے تھے۔
موسیٰ اور شعیب علیہما السلام کے مابین معاہدہ ہوا۔ شعیب علیہ السلام نے ایک
بیٹی کو ان سے بیاہ دیا۔ معاہدہ کی مدت ختم ہونے پر موسیٰ علیہ السلام اپنی بیوی
کو لے کر اپنے وطن مصر کی طرف روانہ ہوئے۔

جنگل راہ میں اور سردی کا موسم تھا۔ رات کا وقت اور راستہ نامعلوم۔ موسیٰ علیہ السلام نے اپنی اہلیہ محترمہ سے فرمایا کہ پہاڑ پر مجھے آگ دکھائی دی ہے۔ میں وہاں جاتا ہوں تاکہ کوئی انگارہ لاؤں جسے آپ تاپ سکیں۔ شاید وہاں مجھ کو کوئی راستہ بتانے والا بھی مل جائے۔ جب وہاں پہنچے تو آواز آئی:

﴿ یٰمُوْسٰۤی اِنِّیْۤ اَنَا اللّٰہُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ وَاَنْ اَلْقِ عَصَاکَ فَلَمَّا رَاٰھَا تَھْتَزُّ کَاَنَّھَا جَآنٌّ وَّلّٰی مُدْبِرًا وَّلَمْ یُعَقِّبْ یٰمُوْسٰۤی اَقْبِلْ وَلَا تَخَفْ اِنَّکَ مِنَ الْاٰمِنِیْنَ ﴾ (القصص:30-31)

”اے موسیٰؑ! میں اللہ، جہانوں کا پروردگار ہوں، تو اپنی لاٹھی کو رکھ دے۔ موسیٰؑ نے جب اس (لاٹھی)کو بڑے اژدھا کی طرح حرکت کرتے دیکھا تو پیٹھ پھیر کر بھاگ کھڑے ہوئے اور پلٹ کر بھی نہ دیکھا۔ اللہ نے پکار کر فرمایا۔ اے موسیٰؑ! آگے آ اور مت ڈرو تجھ کو امان دی گئی ہے ۔ “
دلچسپ بات یہ ہے کہ یہ ڈنڈا ایک عرصۂ دراز سے موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ میں تھا۔ ڈالنے کا حکم دینے سے پہلے اللہ کریم نے ڈنڈے کی کیفیت کا یقین دلانے کے لیے اور دل سے ڈر نکلوانے کے لیے پوچھا تھا:

﴿ وَمَا تِلْکَ بِیَمِیْنِکَ یٰمُوْسٰی قَالَ ھِیَ عَصَایَ اَتَوَکَّؤُا عَلَیْھَا وَاَھُشُّ بِھَا عَلٰی غَنَمِیْ وَلِیَ فِیْھَا مَاٰرِبُ اُخْرٰی قَالَ اَلْقِھَا یٰمُوْسٰی ﴾ (طہٰ: 17-19)

”اے موسیٰؑ! تیرے داہنے ہاتھ میں کیا ہے؟ عرض کیا کہ یہ میری لاٹھی ہے۔ میں اس پر ٹیک لگاتا ہوں اور اس کے ساتھ اپنی بکریوں پر پتے جھاڑتا ہوں۔ علاوہ ازیں میں کئی فوائد اس سے حاصل کرتا ہوں۔ ارشاد ہوا کہ اے موسیٰ اس کو زمین پر ڈال دے ۔ “
قرآن کی عبارت بتا رہی ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ اس لاٹھی کی صورت و سیرت یوں بھی بدل سکتی ہے۔ اگر ان کے دل میں ایسا کوئی تصور پہلے سے موجود ہوتا تو وہ کبھی بھی نہ ڈرتے۔ اور نہ یوں بھاگ اٹھتے۔ پھر دیکھئے کہ موسیٰ علیہ السلام فرعون کے دربار میں اللہ کا پیغام سنانے کے لیے جا کھڑے ہوئے۔ اسی لاٹھی سے جب اللہ نے چاہا تو کئی بار معجزہ ظاہر ہوا۔ فرعون اور اس کے ساتھیوں نے اسے جادو قرار دیا۔ مقابلے کے لیے جادوگر اکٹھے کر لیے۔ مقررہ وقت پر جادوگر آئے اور جادوگری کا مظاہرہ کیا۔ انہوں نے چھوٹی چھوٹی رسیوں اور لکڑیوں سے سانپ بنا کر دکھائے۔ جس کا ذکر قرآن نے یوں فرمایا ہے:

﴿ فَاِذَا حِبَالُھُمْ وَعِصِیُّھُمْ یُخَیَّلُ اِلَیْہِ مِنْ سِحْرِھِمْ اَنَّھَا تَسْعٰی فَاَوْجَسَ فِیْ نَفْسِہٖ ◆ خِیْفَةً مُّوْسٰی قُلْنَا لَا تَخَفْ اِنَّکَ اَنْتَ الْاَعْلٰی وَاَلْقِ مَا فِیْ یَمِیْنِکَ تَلْقَفْ مَا صَنَعُوْا ﴾ (طٰہٰ:66-69)

”پس جب جادوگروں کی لاٹھیاں او ررسیاں ان کے جادو کی وجہ سے دوڑتی ہوئی دکھائی دینے لگیں تو موسیٰؑ اپنے دل ہی دل میں ڈر گئے پس ہم نے کہا اے موسیٰؑ! مت ڈرو تم ہی غالب رہو گے۔ جو (عصا) تمہارے داہنے ہاتھ میں ہے، اسے ڈال دو یہ ان چیزوں کو نگل جائے گا جو انہوں نے بنائی ہیں ۔ “
غور فرمائیں! موسیٰ علیہ السلام بھی وہی، لاٹھی بھی وہی، جس کا تجربہ کئی بار پہلے کرایا جا چکا ہے۔ مگر ہر بار اس کو سانپ میں تبدیل کر دینا اپنے بس میں نہیں اور نہ ہی یہ یقین ہے کہ میرے ڈالنے سے یہ سانپ بن سکتا ہے۔ ورنہ ڈرنے کی ضرورت نہ تھی۔ اور نہ آسمان سے وحی آنے کی ضرورت تھی۔ بلکہ چپکے سے ڈال دیا ہوتا اور یہ سب کچھ نگل گیا ہوتا۔ مگر یہ کام اللہ کا ہے۔ ورنہ موسیٰ علیہ السلام

تو دل میں خوف محسوس کر رہے تھے۔
اب ایک مثال اور لیجئے۔ یہ ہیں سردارِ دو جہاں محمد ﷺ
کفار کے مطالبات دیکھئے اور آپ کا جواب دیکھئے۔ کفار معجزات کا مطالبہ کرتے ہیں:

﴿ وَقَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ لَکَ حَتّٰى تَفْجُرَلَنَا مِنَ الْاَرْضِ يَنْۢبُوْعًا اَوْتَكُوْنَ لَکَ جَنَّةٌ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّعِنَبٍ فَتُفَجِّرَ الْاَنْهٰرَ خِلٰلَهَا تَفْجِيْرًا اَوْ تُسْقِطَ السَّمَآءَ كَمَا زَعَمْتَ عَلَيْنَا كِسَفًا اَوْ تَاْتِيَ بِاللّٰهِ وَالْمَلٰۗئِكَةِ قَبِيْلًا اَوْ يَكُوْنَ لَکَ بَيْتٌ مِّنْ زُخْرُفٍ اَوْ تَرْقٰى فِي السَّمَآءِ وَلَنْ نُّؤْمِنَ لِرُقِيِّکَ حَتّٰى تُنَزِّلَ عَلَيْنَا كِتٰبًا نَّقْرَؤُهٗ ۭ قُلْ سُبْحَانَ رَبِّيْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا ﴾ (بني اسرآئيل:93-90)

”انہوں نے کہا کہ ہم آپ ا پر ایمان نہیں لائیں گے جب تک کہ آپ ا ہمارے لیے زمین سے ایک چشمہ نہ جاری کر دیں، یا آپ ا کے لیے کھجوروں اور انگوروں کا باغ ہو، اُس کے درمیان سے نہریں جاری کر دیں یا آپ آسمان کو ہم پر ٹکڑے ٹکڑے کرکے گرا دیں جیسا کہ آپ کا گمان ہے (کہ قیامت کو ایسا ہو گا) یا آپ، اللہ کو اور فرشتوں کو ہمارے سامنے لے کر آئیں یا آپ ا کے لیے سونے کا ایک گھر ہو، یا آپ ا آسمان پر چڑھ جائیں، مگر ہم آپ ا کے چڑھ جانے کو بھی نہ مانیں گے جب تک آپ ا ہم پر ایک کتاب نہ نازل کرا دیں کہ اس کو ہم پڑھ لیں، (اللہ نے فرمایا) آپ ان کو فرما دیں کہ میرا رب پاک ہے اور میں تو بس ایک انسان ہوں، جو رسول بنایا گیا ہوں ۔ “

معجزہ خالص اللہ کا فعل ہے۔ جب اللہ کا اِذن ہوا تو معجزات میرے نبیﷺ سے ظاہر بھی ہوئے۔ بدر کے میدان میں آپ ا نے ایک مٹھی بھر کر ریت فضا میں بکھیر دی جو کفار کی آنکھوں میں پڑی۔ اس کے برعکس وہ وقت بھی یاد رکھئے جب طائف کے لونڈوں نے میرے آقا ا کو گستاخانہ طور پر ستایا، زخمی کر دیا اور جب آپ ا تھک کر بیٹھنا چاہتے تو وہ پتھر مار کر آگے چلنے پر مجبور کر دیتے تھے۔ اگر آپﷺ کے بس میں ہوتا تو ایک مٹھی ریت فضا میں بکھیر دینے میں کوئی حرج نہیں تھا، مگر اپنے ارادے اور اختیار سے کوئی معجزاتی کام سرانجام دینا کبھی بھی انبیاء علیہم السلام کے بس میں نہیں رہا بلکہ ہر ایسے کام کے لئے اللہ کی طرف سے ایک وقت مقرر تھا، جب اللہ کا اِذن ہو جاتا تو وہ معجزہ بھی نبی سے ظاہر ہو جاتا، غرض معجزہ خالص اللہ کا فعل ہے۔ جناب شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ اپنی ایک کتاب ”تحفة الموحدین“ میں رقم طراز ہیں:

”باید دانست کہ کرامت اولیاء حق است و منکر آں از ایمان حلاوتے ندارد۔ خرق عادتیکہ از انبیاء ظاہر شود آنرادر عرف شرع معجزہ مہ خووانندواگر از دیگر بزرگان پدیر اید کرامتش مہ نامندو منشا ہر دو یکے است، یعنی قرب بارگاہ الٰہیٰ اما ظہور معجزہ کرامت باختیار بزرگان نیست بلکہ باختیار و قدرت خدائے عزوجل است و بزرگان بذات خود قوت کردن آں نمہ دارند ۔ “

”جاننا چاہیے کہ اولیاء کی کرامت برحق ہے، اُس کا منکر ایمانی حلاوت سے محروم ہے۔ جو بات خارقِ عادت (عام عادات کے برعکس) انبیاء سے ظاہر ہوتی ہے، اسے شرع کے عرف میں معجزہ کہتے ہیں اور اگر دوسرے بزرگوں سے ظاہر ہو تو اس کا نام کرامت رکھتے ہیں، مگر منشا (مقصد) دونوں کا ایک ہی ہے، یعنی بارگاِ الٰہی کا قُرب۔ لیکن یاد رہے کہ معجزہ اور کرامت کا ظاہر کرنا بزرگوں کے اختیار میں نہیں ہے، بلکہ اللہ عزوجل کے اختیار و قدرت میں ہے، بزرگ اپنی ذات میں اس کی طاقت نہیں رکھتے ۔ “

اختصار کی خاطر اسی پر بس کرتا ہوں، مقصد یہ ذہن نشین کروانا ہے کہ فریب دینے والا آپ کو فریب نہ دے جائے۔

اپنا جواب خود دینا ہو گا

اس غلط فہمی میں کوئی نہ رہے کہ کوئی کسی کا بوجھ اٹھا لے گا یا کوئی ذمہ داری لے کر چھڑا لے گا۔

﴿ يٰٓاَيُّهَاالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلَيْكُمْ اَنْفُسَكُمْ لَا يَضُرُّكُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَيْتُمْ ﴾ (المائدة:105)

”اے ایمان والو! اپنی جانوں کی ذمہ داری تم پر ہی ہے۔ اگر تم ہدایت پاؤ تو کسی کا گمراہ ہونا تم کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا ۔ “

﴿ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِهٖ اُولٰۗىِٕكَ يَنَالُهُمْ نَصِيْبُهُمْ مِّنَ الْكِتٰبِ حَتّٰى اِذَا جَاۗءَتْهُمْ رُسُلُنَا يَتَوَفَّوْنَهُمْ قَالُوْٓا اَيْنَ مَا كُنْتُمْ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ قَالُوْا ضَلُّوْا عَنَّا وَشَهِدُوْا عَلٰٓي اَنْفُسِهِمْ اَنَّهُمْ كَانُوْا كٰفِرِيْنَ قَالَ ادْخُلُوْا فِيْٓ اُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ فِي النَّارِ كُلَّمَا دَخَلَتْ اُمَّةٌ لَّعَنَتْ اُخْتَهَا حَتّٰى اِذَا ادَّارَكُوْا فِيْهَا جَمِيْعًا قَالَتْ اُخْرٰىهُمْ لِاُوْلٰىهُمْ رَبَّنَا هٰٓؤُلَاۗءِ اَضَلُّوْنَا فَاٰتِهِمْ عَذَابًا ضِعْفًا مِّنَ النَّارِ قَالَ لِكُلٍّ ضِعْفٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَعْلَمُوْنَ وَقَالَتْ اُوْلٰىهُمْ لِاُخْرٰىهُمْ فَمَا كَانَ لَكُمْ عَلَيْنَا مِنْ فَضْلٍ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ ﴾ (الأعراف:37-39)

”اس سے بڑا ظالم کون ہو گا جو اللہ پر جھوٹ باندھے یا اُس کی آیات کو جھٹلائے۔ ان لوگوں کو نصیبوں کا لکھا ہوا تو ملتا رہے گا۔ یہاں تک کہ ہمارے بھیجے ہوئے ان کو فوت کرنے کے لیے آئیں گے اور کہیں گے کہ وہ کہاں ہیں؟ جن کو تم اللہ کے علاوہ پکارا کرتے تھے۔ جواب دیں گے کہ وہ سب ساتھ چھوڑ گئے۔ اس طرح وہ اپنی ہی جانوں کے خلاف گواہی دیں گے کہ وہ کفر کرتے رہے تھے۔ حکم ہو گا کہ تم بھی جنوں اور انسانوں کے ان گروہوں کے ساتھ واصلِ جہنم ہو جاؤ جو تم سے پہلے گذر چکے ہیں۔ جب ایک جماعت داخلِ جہنم ہو گی تو وہ اپنی جیسی دوسری جماعت پر لعنت کرے گی۔ یہاں تک کہ اس میں سب کے سب اکٹھے ہو جائیں گے۔ بعد میں ہونے والے لوگ پہلے گذرے ہوئے لوگوں کے بارے میں کہیں گے کہ اے ہمارے پروردگار! یہ ہیں جنہوں نے ہمیں گمراہ کیا تھا۔ ان کو آگ کا دوگنا عذاب دے۔ حکم ہو گا کہ سب کے لیے عذاب دوگنا ہی ہے۔ مگر تم جانتے نہیں ہو۔ پھر پہلے گذرے ہوئے لوگ بعد میں ہونے والے لوگوں کو کہیں گے کہ تم کو ہم پر کوئی فضیلت حاصل نہیں تھی (تم خود گمراہ ہونا چاہتے تھے۔ تب ہی ہم نے تم کو کیا) آج اپنے کمائے ہوئے کا مزہ چکھو ۔ “

غور فرمائیں کہ کوئی بہانہ کارآمد نہ ہو گا۔ گمراہ کرنے والا تو گرفتارِ عذاب ہو گا ہی۔ مگر اس کا فرمانبردار کسی حیلہ بہانہ سے بچ نہ سکے گا۔ کوئی کسی کا پرسانِ حال نہ ہو گا۔ پیری و مریدی کے یہ دعوے دھرے کے دھرے رہ جائیں گے۔

﴿ اِذْ تَبَرَّاَ الَّذِيْنَ اتُّبِعُوْا مِنَ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْا وَرَاَوُا الْعَذَابَ وَتَقَطَّعَتْ بِهِمُ الْاَسْبَابُ وَقَالَ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْا لَوْ اَنَّ لَنَا كَرَّةً فَنَتَبَرَّاَ مِنْهُمْ كَمَا تَبَرَّءُوْا مِنَّا كَذٰلِكَ يُرِيْهِمُ اللّٰهُ اَعْمَالَهُمْ حَسَرٰتٍ عَلَيْهِمْ وَمَا هُمْ بِخٰرِجِيْنَ مِنَ النَّارِ ﴾ (البقرة:166-167)

” جب فرمانبرداری کروانے والے لوگ اپنے فرمانبرداروں سے بیزار ہوں گے۔ عذاب سامنے دکھائی دے رہا ہو گا اور آپس کے تعلقات منقطع ہو جائیں گے۔ فرمانبردار کہیں گے کہ ہائے افسوس! اگر ایک بار ہمیں پھر دنیا میں جانے دیا جائے تو ہم ان لوگوں سے یوں ہی بیزار ہوں گے جس طرح آج یہ ہم سے بیزار ہیں۔ اس طرح اُن کو اُن کے کرتوت دکھا دیئے جائیں گے اور ان کے دلوں میں حسرت رہے گی۔ مگر وہ آگ سے کسی طور بھی نکل نہ سکیں گے ۔ “

آج ان لوگوں کی دکانوں کو چمکانے والے لوگ جو اِن جھوٹے دعویداروں کی تائید میں
زندہ باد کے نعرے لگاتے پھر رہے ہیں، خبر دار رہیں کہ وہ دن بہت ہی سخت ہو گا:

﴿ وَيَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰى يَدَيْهِ يَقُوْلُ يٰلَيْتَنِى اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُوْلِ سَبِيْلاً يٰوَيْلَتٰى لَيْتَنِىْ لَمْ اَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِيْلاً لَقَدْ اَضَلَّنِىْ عَنِ الذِّكْرِ بَعْدَ اِذْجَآءَ نِىْ وَكَانَ الشَّيْطٰنُ لِلْاِنْسَانِ خَذُوْلاً وَقَالَ الرَّسُوْلُ يٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِى اتَّخَذُوْاهٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا ﴾ (الفرقان:27-30)

"جس دن ظالم فرطِ غم کی وجہ سے اپنے ہاتھوں کو کاٹ کھائے گا، کہے گا کہ اے
کاش! میں رسول الله ا کے نقش قدم پر چلتا، اے کاش! فلاں شخص کو ہم نشین نہ
بناتا، اس کے بعد کہ میرے پاس ذِکر(قرآن) بھی آ گیا تھا اس نے مجھے گمراہ کر دیا
تھا، شیطان تو انسان کو ہلاکت میں ڈالنے والا ہے۔ پھر رسول الله ا فرمائیں گے کہ
میرے پروردگار! بیشک میری اس قوم نے اس قرآن کو چھوڑ رکھا تھا ۔ "
فرمانِ الٰہی اور احکامِ نبوی ا کو پس پشت ڈال کر اندھی تقلید کے پرستار، مُلَمَّع
سازوں کے اشاروں پر جان نچھاور کرنے والے آج ہی اپنے انجام پر نگاہ ڈال لیں ورنہ:
"پھر پچھتائے کیا ہوت جب چڑیاں چگ گئیں کھیت"
قرآن پاک نے اس خوفناک وقت کی تصویر یوں کھینچی ہے:
"کاش! کہ تو مجرموں کو اس حالت میں دیکھ لے کہ انہوں نے اپنے پروردگار کے روبرو
سر جھکائے ہوئے ہوں گے اور کہہ رہے ہوں گے کہ اے ہمارے پروردگار! ہم نے دیکھ
سن لیا ہے۔ بس اب ایک بار ہم کو دنیا میں لوٹا دے کہ ہم اعمال صالح کر لیں، بیشک
ہم کو یقین آ گیا ہے۔ "
نہ بھولیے کہ اس دنیا میں صرف ایک ہی بار آنا ہے۔ میرے پیغمبرﷺ کے ایک ارشاد کا
ترجمہ حالی نے اپنی مشہور کتاب "مسدَّسِ حالی" میں یوں لکھا ہے :

غنیمت ہے صحت علالت سے پہلے
فراغت مشاغل کی کثرت سے پہلے
اقامت مسافر کی رحلت سے پہلے
جوانی بڑھاپے کی زحمت سے پہلے
فقیری سے پہلے غنیمت ہے دولت
جو کرنا ہے کر لو کہ تھوڑی ہے مہلت

ورنہ مایوسی میں غم و غصہ کسی کام نہ آ سکے گا۔

﴿ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا رَبَّنَآ اَرِنَا الَّذَيْنِ اَضَلّٰنَا مِنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِنَجْعَلْهُمَا تَحْتَ اَقْدَامِنَا لِيَكُوْنَا مِنَ الْاَسْفَلِيْنَ ﴾ (حٰمٓ السجدة:29)

" کافر کہیں گے کہ اے ہمارے پروردگار ہم کو جنوں اور انسانوں میں سے وہ دکھا دے
جنہوں نے ہم کو گمراہ کیا تھا تاکہ ہم ان کو پاؤں تلے روند ڈالیں اور وہ ذلیل ہو
جائیں ۔ "

﴿ يَوْمَ تُقَلَّبُ وُجُوْهُهُمْ فِى النَّارِ يَقُوْلُوْنَ يٰلَيْتَنَآ اَطَعْنَا اللّٰہَ وَاَطَعْنَا الرَّسُوْلَا وَ قَالُوْ رَبَّنَآ اِنَّآ اَطَعْنَا سَادَ تَنَا وَكُبَرَآءَ نَا فَاَضَلُّوْنَا السَّبِيْلَا رَبَّنَآ اٰتِهِمْ ضِعْفَيْنِ مِنَ الْعَذَابِ وَالْعَنْهُمْ لَعْنًا كَبِيْرًا ﴾ (الأحزاب:66-68)

" اس دن ان کے چہرے آگ میں پھیرے جائیں گے۔ وہ کہیں گے کہ اے کاش! ہم اللہ کی
رسول ا کی فرمانبرداری کرتے۔اور کہیں گے کہ اے ہمارے پروردگار! ہم نے اپنے سیدوں
اور اپنے بڑوں کی فرمانبرداری کی تھی، انہوں نے ہم کو راہِ راست سے گمراہ کر دیا۔

اے ہمارے پروردگار ان کو دگنا عذاب دے اور ان پر بہت بڑی لعنت فرما ۔ “

﴿ وَلَوْ تَرٰى اِذِالظّٰلِمُوْنَ مَوْقُوْفُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ يَرْجِعُ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضِنِالْقَوْلَ يَقُوْلُ الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا لَوْلَآ اَنْتُمْ لَكُنَّا مُؤْمِنِيْنَ ۝ قَالَ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا لِلَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْٓا اَنَحْنُ صَدَدْنٰكُمْ عَنِ الْهُدٰى بَعْدَ اِذْ جَآءَ كُمْ بَلْ كُنْتُمْ مُّجْرِمِيْنَ ۝ وَقَالَ الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا بَلْ مَكْرُ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ اِذْ تَاْمُرُوْنَنَآ اَنْ نَّكْفُرَ بِاللّٰهِ وَنَجْعَلَ لَهٗٓ اَنْدَادًا وَاَسَرُّوا النَّدَامَةَ لَمَّا رَاَوُا الْعَذَابَ ﴾ (سبأ:31-33)

”کاش! کہ تو ان ظالموں کو اس وقت دیکھے، جب وہ اپنے رب کے سامنے کھڑے ہوں گے، وہ ایک دوسرے پر الزام لگا رہے ہوں گے۔ کمزور اور دبے ہوئے لوگ زورآور اور متکبر لوگوں کو کہیں گے کہ تم نہ ہوتے تو ہم مومن ہوتے یہ جابر اور مغرور لوگ ان کو جواب دیں گے کہ کیا جب ہدایت تمہارے پاس آ گئی تھی تو ہم نے تم کو اس سے روکا تھا؟ بلکہ تم خود ہی مجرم تھے۔ پھر کمزور اور دبے ہوئے لوگ مغرور لوگوں کو کہیں گے کہ تم ہی تو تھے جو شب و روز ہمارے ساتھ مکاریاں کرتے تھے، ہم کو اللہ کے ساتھ کفر کرنے اور شرک کرنے کا حکم دیتے تھے۔ یہ دونوں فریق جب عذاب دیکھیں گے تو اپنی شرمندگی چھپائیں گے ۔ “

میرے دوستو!

ہے یاں سے یہ قافلہ جانے والا
ڈرو اس سے جو وقت ہے آنے والا

اس دن وہ نفسانفسی کا عالم ہو گا کہ کوئی کسی کی ذمہ داری قبول نہیں کرے گا۔ آج ہم جن جھوٹے دعویداروں کی پشت پناہی کر رہے ہیں وہ ہم سے بیزار ہو جائیں گے۔ حکم ہو گا:

﴿ اُحْشُرُوا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا وَاَزْوَاجَهُمْ وَمَا كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ ۝ مِنْ دُوْنِ اللهِ فَاهْدُوْهُمْ اِلٰى صِرَاطِ الْجَحِيْمِ ۝ وَقِفُوْهُمْ اِنَّهُمْ مَّسْئُوْلُوْنَ ۝ مَالَكُمْ لَا تَنَاصَرُوْنَ ۝ بَلْ هُمُ الْيَوْمَ مُسْتَسْلِمُوْنَ ۝ وَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَّتَسَآءَ لُوْنَ ۝ قَالُوْا اِنَّكُمْ كُنْتُمْ تَاْتُوْنَنَا عَنِ الْيَمِيْنِ ۝ قَالُوْا بَلْ لَّمْ تَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ ۝ وَمَا كَانَ لَنَا عَلَيْكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ بَلْ كُنْتُمْ قَوْمًا طٰغِيْنَ ۝ فَحَقَّ عَلَيْنَا قَوْلُ رَبِّنَآ اِنَّا لَذَآئِقُوْنَ ۝ فَاَغْوَيْنٰكُمْ اِنَّا كُنَّا غٰوِيْنَ ﴾ (الصافّات:22-23)

”ظلم کرنے والوں، ان کے ساتھیوں اور ان کو جن کو یہ اللہ کے علاوہ پوجتے تھے، اکٹھا کرو۔ ان کو دوزخ کی راہ دکھاؤ۔ ذرا روکو ان کو! میں نے ان سے سوال پوچھنا ہے۔ تم کو کیا ہو گیا ہے؟ اب مدد کیوں نہیں کرتے؟ بلکہ اس روز تو وہ نہایت ہی فرمانبردار بن جائیں گے۔ پھر وہ ایک دوسرے کی طرف منہ کر کے سوال پوچھیں گے۔ تم ہی تو ہو جو ہم پر زور دکھاتے ہوئے چڑھے آتے تھے۔ وہ جواب دیں گے کہ تم تو خود ہی بے ایمان تھے۔ ہمیں تم پر کیا غلبہ ہو سکتا تھا؟ تم تو خود ہی باغی تھے۔ آج ہمارے پروردگار کا فرمان ہم پر حق ہو گیا ہے۔ ہم مبتلائے عذاب ہیں۔ ہم نے تم کو گمراہ کیا، کیونکہ ہم خود گم کردہ راہ تھے ۔ “

یہ گندم نما جو فروش پیشواؤں کا حال ہے۔ جو ”روحانیت“ کا ڈھول بجا کر لوگوں کو لُوٹ لُوٹ کر کھا رہے ہیں اور ان فرمانبردار مریدوں کا حال یہ ہے کہ ان پیروں اور مرشدوں کی روحانیت کے گن گاتے ہیں اور اپنی خون پسینے کی کمائی بلکہ عزت و آبرو لُٹا کر بھی سمجھتے ہیں کہ یہ پیر ہم پر احسانِ عظیم کر رہے ہیں۔ آیت صاف بتا رہی ہے کہ یہ لوگ خود کسی ایسے مذہب کے متلاشی تھے۔ جو ان پیشواؤں نے ان کو گھڑ کر دے دیا۔ یہ برابر کے مجرم ہیں۔

﴿ وَبَرَزُوْالِلّٰ جَمِيْعًا فَقَالَ الضُّعَفٰٓؤُا لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا اِنَّا كُنَّا لَكُمْ تَبَعًا فَهَلْ اَنْتُمْ مُغْنُوْنَ عَنَّا مِنْ
عَذَابِ اللّٰ مِنْ شَيْءٍ قَالُوْا لَوْ هَدٰنَا اللّٰ لَهَدَيْنٰكُمْ سَوَآءٌ عَلَيْنَآ اَجَزِعْنَآ اَمْ صَبَرْنَا مَا لَنَا مِنْ
مَّحِيْصٍ وَقَالَ الشَّيْطٰنُ لَمَّا قُضِيَ الْاَمْرُاِنَّ اللّٰ وَعَدَكُمْ وَعْدَالْحَقِّ وَوَعَدْتُّكُمْ فَاَخْلَفْتُكُمْ وَمَا
كَانَ لِيَ عَلَيْكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ اِلَّآ اَنْ دَعَوْتُكُمْ فَاسْتَجَبْتُمْ لِيْ فَلَا تَلُوْ مُوْنِيْ وَلُوْمُوْٓا اَنْفُسَكُمْ مَآ
اَنَا بِمُصْرِ خِكُمْ وَمَآ اَنْتُمْ بِمُصْرِ خِيَّ اِنِّيْ كَفَرْتُ بِمَآ اَشْرَكْتُمُوْنِ مِنْ قَبْلُ اِنَّ الظّٰلِمِيْنَ لَهُمْ
عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴾ (ابراہیم:22-21)

”سب اللہ کے سامنے کھڑے ہوں گے۔ کمزور لوگ مغروروں کو کہیں گے کہ ہم تمہارے
فرمانبردار تھے۔ کیا تم اللہ کے عذاب کا کچھ حصہ ہم سے ٹال سکتے ہو؟ وہ کہیں گے
کہ اگر اللہ ہم کو ہدایت کرتا تو ہم بھی تم کو ہدایت کرتے۔ آج ہم صبر کریں یا
اظہارِ بے قراری سب یکساں ہے۔ ہمارے بھاگ نکلنے کی کوئی جگہ نہیں ہے۔ جب
فیصلہ ہو چکے گا تو شیطان کہے گا کہ اللہ نے تم سے جو وعدہ کیا تھا وہ سچا تھا۔
میں نے بھی تم سے وعدہ کیا تھا مگر میں نے وعدہ خلافی کی ہے۔ مجھے تم پر کوئی
غلبہ حاصل نہیں تھا۔ سوائے اس کے کہ میں نے تم کو دعوت دی اور تم نے قبول کر لی
تھی۔ آج تم مجھ کو ملامت نہ کرو۔ بلکہ اپنی جانوں کو ملامت کرو۔ آج میں تمہاری
فریاد رسی کر سکتا ہوں نہ تم میری۔ جو مجھ کو تم شریک ٹھہراتے رہے ہو اس سے
انکار کرتا ہوں۔ بے شک ظالموں کے لیے درد ناک عذاب ہے ۔ “
یہ تکرار جاری رہے گی۔ مگر کوئی ذمہ داری قبول کرے گا نہ ہی عذاب چھوٹ سکے
گا۔

﴿ وَاِذْ يَتَحَآجُّوْنَ فِى النَّارِ فَيَقُوْلُ الضُّعَفٰٓؤُا لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا اِنَّا كُنَّا لَكُمْ تَبَعًا فَهَلْ اَنْتُمْ مُّغْنُوْنَ
عَنَّا نَصِيْبًا مِّنَ النَّارِ قَالَ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا اِنَّا كُلٌّ فِيْهَآ اِنَّ اللّٰ قَدْ حَكَمَ بَيْنَ الْعِبَادِ وَقَالَ
الَّذِيْنَ فِى النَّارِ لِخَزَنَةِ جَهَنَّمَ ادْعُوْا رَبَّكُمْ يُخَفِّفْ عَنَّا يَوْمًا مِّنَ الْعَذَابِ قَالُوْٓا اَوَلَمْ تَكُ تَاْتِيْكُمْ
رُسُلُكُمْ بِالْبَيِّنٰتِ قَالُوْا بَلٰى قَالُوْا فَادْعُوْا وَمَا دُعٰٓؤُا الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ ﴾ (المومن:50-
47)

”اور جب وہ آگ میں جھگڑیں گے۔ کمزور لوگ مغرور لوگوں کو کہیں گے کہ ہم
تمہارے فرمانبردار تھے۔ کیا تم آگ کا کچھ حصہ ہم سے ہٹا سکتے ہو؟ مغرور جواب
دیں گے کہ ہم سب ہی اس میں ہیں اور اللہ نے بندوں کا فیصلہ ہی کر دیا ہے۔اہلِ
دوزخ جہنّم کے چوکیداروں سے کہیں گے کہ تم اپنے پروردگار سے دعا کرو کہ ہمارا
عذاب ایک لمحہ کے لیے ہی کم کر دے۔ وہ جواب دینگے کہ کیا تمہارے رسول ا تمہارے
پاس صاف صاف دلائل لے کر نہیں آئے تھے؟ وہ کہیں گے کہ آئے تھے۔ پھر وہ جواب
دینگے اب تم خود ہی دعا کر لو۔ مگر ظالموں کی دعائیں اکارت ہی جاتی ہیں ۔ “
غور فرمائیں مشرک کے انجام پر۔ خود پروردگار سے یہ ہمیشہ مایوس ہی رہتا ہے۔
دوسروں سے دعائیں کروانے کی عادت وہاں بھی ساتھ نہیں چھوڑیں گی۔ اس نے نہ
اللہ کو پروردگار جانا اور نہ اس سے خود دعا مانگنے کی ضرورت محسوس کی۔ وہاں
بھی کہیں گے کہ تم اپنے پروردگار سے دعا کرو۔ یہ یوں ہی در در کی ٹھوکریں کھاتے
پھرے۔ ایک دروازے سے مایوس ہوئے تو دوسرے کی چوکھٹ تھام لی اور وہاں سے مراد
بر نہ آئی تو آگے چل دئیے۔ شیطان مشرک پر یوں سوار ہو جاتا ہے کہ اسے شرک ہی
عین توحید دکھائی دینے لگتی ہے۔
نہ بھولیے کہ اللہ ہی صرف ایک ذات ہے جو اپنے بندے سے شرم کرتا ہے کہ اس کا
بندہ جو اس سے مانگ رہا ہے خالی ہاتھ نہ لوٹے۔ آج بھی وقت ہے کہ اگر آپ نے تمام
عمر شرک کی غلاظت میں کاٹ دی ہے تو اب بھی توبہ کر کے واپس آ جائیں ۔ اللہ کو

آپ غفور و رحیم پائیں گے۔
رحمتِ الٰہی سے مایوس نہ ہوں
دیکھئے! اللہ کریم اپنے حبیبا کو ارشاد فرما رہا ہے کہ میرے بندوں کو خوشخبری سنا دو:

﴿ قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللهِ اِنَّ اللهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا اِنَّهٗ ◆ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ وَاَنِيْبُوْٓا اِلٰى رَبِّكُمْ وَاَسْلِمُوْا لَهٗ ◆ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ الْعَذَابُ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ وَاتَّبِعُوْٓا اَحْسَنَ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ الْعَذَابُ بَغْتَةً وَّاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ اَنْ تَقُوْلَ نَفْسٌ يّٰحَسْرَتٰى عَلٰى مَا فَرَّطْتُّ فِىْ جَنْبِ اللّٰهِ وَاِنْ كُنْتُ لَمِنَ السّٰخِرِيْنَ اَوْ تَقُوْلَ لَوْ اَنَّ اللّٰهَ هَدٰىنِيْ لَكُنْتُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ اَوْتَقُوْلَ حِيْنَ تَرَى الْعَذَابَ لَوْاَنَّ لِيْ كَرَّةً فَاَكُوْنَ مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴾ (الزمر:53-58)

”ان کو فرما دیں کہ اے میرے بندو جو اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھے ہو! اللہ کی رحمت سے مایوس مت ہو جاوٴ۔ اللہ تو سارے گناہ معاف فرما دیتا ہے۔ بے شک وہ صاحبِ بخشش مہربان ہے۔ اپنے پروردگار کی طرف جھک جاوٴ اور اس کے مطیع فرمان ہو جاوٴ، اس سے پہلے کہ تم عذاب کی لپیٹ میں آجاوٴ ،(ورنہ) پھر تمہارا کوئی یار و مددگار نہ ہو گا۔ جو کچھ تمہارے ربّ کی طرف سے نازل فرمایا گیا ہے اس کی اچھے انداز سے پیروی کرو، قبل اس کے کہ تم کو عذاب اچانک ہی آ گھیرے اور تم کو وہم و گمان تک نہ ہو۔ ایسا نہ ہو کہ تم میں سے کوئی پچھتائے اور کہے: ” ہائے افسوس! میں نے اللہ کے بارے میں قصور کیا۔ میں ہنستا ہی رہ گیا“ یا پھر کہے کہ:” اگر اللہ مجھے ہدایت فرماتا تو میں پرہیزگاروں میں سے ہوتا ۔“یا جب تم میں سے کوئی عذاب دیکھے تو کہے کہ:” ہائے افسوس !اگر مجھے ایک بار پھر واپس جانے کا موقع مل جائے تو میں نیکی کرنے والوں میں سے ہو جاوٴں ۔ “
دل سے یہ غلط فہمی نکال دیں کہ اللہ کی فرمانبرداری میں آپ کو کوئی نقصان ہوگا۔ قرآن پاک میں اپنے فرمانبرداروں کی دنیا بھی سنوارنے کا وعدہ فرمایا گیا ہے۔ لیجئے صرف ایک مثال دیکھ لیجئے:

﴿ وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْقُرٰٓى اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَرَكٰتٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ وَلٰكِنْ كَذَّبُوْا فَاَخَذْنٰهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴾ (الأعراف:96)

” اگر یہ بستیوں والے ایمان لاتے اور پرہیزگاری اختیار کرتے تو ہم ان پر آسمان و زمین سے برکتوں کے دروازے کھول دیتے۔ لیکن یہ جھٹلاتے ہیں اور ہم ان کے کرتوتوں کی وجہ سے انکی گرفت کرتے ہیں ۔ “
دنیامیںآ ج دولت کی ریل پیل کے باوجود سکونِ قلب ناپید ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ انسانوں کی نافرمانیوں کی وجہ سے الله نے برکتوں کے دروازے بند کر لیے۔ جس کام سے اللہ برکت اٹھا لے اس میں سکون اور اطمینان کہاں سے ہو سکتا ہے۔ اس فرمانبرداری کے ثمرات آپ دنیا میں بھی دیکھ لیں گے۔اور قیامت کا حال پڑھیں۔ جہاں اندھیرا ہی اندھیرا ہو گا اور اپنے اعمالِ صالح کے نور کے سوا کوئی روشنی نہ ہو گی :

﴿ يَوْمَ تَرَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ يَسْعٰى نُوْرُهُمْ بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَبِاَيْمَانِهِمْ بُشْرٰكُمُ الْيَوْمَ جَنّٰتٌ تَجْرِىْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ذٰلِكَ هُوَالْفَوْزُالْعَظِيْمُ ۚ يَوْمَ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالْمُنٰفِقٰتُ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوا انْظُرُونَا نَقْتَبِسْ مِنْ نُّوْرِ كُمْ قِيْلَ ارْجِعُوْا وَرَآءَ كُمْ فَالْتَمِسُوْا نُوْرًا فَضُرِبَ بَيْنَهُمْ بِسُوْرٍ لَّهٗ بَابٌ بَاطِنُهٗ فِيْهِ الرَّحْمَةُ وَظَاهِرُهٗ مِنْ قِبَلِهِ الْعَذَابُ ۚ يُنَادُوْنَهُمْ اَلَمْ نَكُنْ مَّعَكُمْ قَالُوْا بَلٰى وَلٰكِنَّكُمْ فَتَنْتُمْ اَنْفُسَكُمْ وَ تَرَبَّصْتُمْ وَارْتَبْتُمْ وَغَرَّتْكُمُ الْاَمَانِيُّ حَتّٰى جَآءَ اَمْرُ اللّٰهِ وَغَرَّكُمْ بِا اللّٰهِ الْغَرُوْرُ ۚ فَالْيَوْمَ لَا يُؤْخَذُ مِنْكُمْ فِدْيَةٌ وَّلَا مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مَاْوٰكُمُ النَّارُ هِىَ مَوْلٰكُمْ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ۚ اَلَمْ يَاْنِ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللهِ وَمَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ وَلَا يَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلُ فَطَالَ عَلَيْهِمُ الْاَمَدُ فَقَسَتْ قُلُوْبُهُمْ وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ﴾ (الحديد:16-12)

” اس دن تم مومن مردوں اور عورتوں کو دیکھو گے کہ ان کا نور ان کے آگے اور دائیں بائیں جانب دوڑ رہا ہو گا۔ ان سے کہا جائے گا کہ تمہارے لیے آج خوشخبری ہے۔ ان بہشتوں کی جن کے اندر سے نہریں جاری ہیں، تم اس میں ہمیشہ رہو گے۔ یہ ہے بہت بڑی مُراد پانا ۔۔۔ اُس دن منافق مرد اور عورتیں صاحبِ ایمان لوگوں کو کہیں گے کہ ہماری طرف ایک نظر تو دیکھو تاکہ ہم بھی تمہارے نور سے کچھ فائدہ اٹھائیں۔ ان سے کہا جائے گا کہ تم پیچھے لوٹ جاؤ اور نور لاؤ۔ اس دوران ان کے درمیان ایک دیوار کھڑی کر دی جائے گی۔ جس میں ایک دروازہ ہو گا۔ اس دروازے کے اندر رحمت ہو گی اور اس کے باہر عذاب ہو گا۔ وہ نور سے محروم ان خوش نصیبوں کو پکار کر کہیں گے: ”کیا ہم تمہارے ساتھ نہ رہتے تھے“ وہ جواب دیں گے کہ:” کیوں نہیں؟ لیکن تم نے اپنی جانوں کو فتنے میں ڈال لیا تھا۔ تم انتظار کرتے رہے۔ اور مصلحت کوشی میں لگے رہے۔۔ تم کو جھوٹی امیدوں نے دھوکے میں ڈالے رکھا۔ یہاں تک کہ اللہ کا حکم آگیا۔ تم کو اللہ کے بارے میں فریب دینے والے نے دھوکے میں ہی ڈالے رکھا۔ آج تم سے اور کافروں سے کوئی فدیہ قبول نہ کیا جائے گا۔ تمہارا ٹھکانہ آگ ہے۔(تم نے اللہ کو تو کبھی مولا مانا ہی نہیں) یہی آج تمہارا مولا) پناہ گاہ) ہے۔۔ اور ٹھہرائے جانے کے لیے یہ بد ترین جگہ ہے۔۔“ کیا ان ایمان کا دعوٰی کرنے والوں پر ابھی وقت نہیں آیا کہ ان کے دل اللہ کے ذِکر سے اور اس چیز سے جو اس نے حق کے ساتھ نازل کی ہے، پگھل جائیں؟ اُن لوگوں کی طرح تم مت ہو جاؤ جن کو تم سے پہلے کتاب دی گئی تھی۔ جوں جوں وقت گذرتا گیا، ان کے دل سخت ہوتے گئے اور ان میں سے اکثر فاسق ہو گئے ۔ “

########

انسان کا اپنے رب سے عہد و پیمان اور اسکے تقاضے

اللہ تعالیٰ نے انسانوں سے ان کی تخلیق سے پہلے ایک عہد لیا تھا اور وہ عہد یہ تھا جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے :

﴿ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ ﴾

” کیا میں تمہارا ربّ نہیں ہوں؟“

اس وقت سب نے یہ کہا کہ: ”کیوں نہیں ، (اے ہمارے ربّ)ہم گواہ ہیں۔“
گویا اللہ تعالیٰ کی ربوبیّت کا اعتراف و اقرار انسانوں کی فطرت میں داخل اور ان کے وجدان میں شامل ہے۔ اللہ تعالیٰ کی اس ربوبیّت کا مطلب اور تقاضا کیا ہے؟ یہی کہ انسان، خود رو پودے کی طرح، از خود پیدا نہیں ہو گیا، بلکہ اسے خالق کائنات نے پیدا کیا ہے اور اس نے اسے محض کھیل تماشے کے لیے پیدا نہیں فرمایا، بلکہ ایک مقصد کے تحت اسے وجود بخشا ہے اور وہ مقصد ہے اللہ کی عبادت و اطاعت۔
اب اس ربوبیّت کا مطلب اور تقاضا یہ ہے کہ انسان عبادت بھی صرف اسی کی کرے اور اطاعت بھی اسی کی کرے۔ عبادت بھی اللہ کے سوا کسی کی جائز نہیں اور اطاعت کا حق دار بھی صرف اور صرف اللہ ہی ہے۔
########

اللہ تعالیٰ کا سوال

اللہ تعالیٰ نے آپ سے ایک سوال پوچھا ہے۔

﴿ اَلَیْسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبْدَہٗ ۭ ﴾ (الزمر:36)

”کیا اللہ اپنے بندے کے لیے کافی نہیں؟“
آپ کے پاس اس کا کیا جواب ہے؟ اپنی زندگی پر نظر ڈالیے۔ رحمانیت کے تحت وہ آپ کو کتنی نعمتیں دے رہا ہے۔ اعلان کرتا ہے کہ مجھ سے مانگنے والوں کے لیے میری رحیمیت مخصوص ہے۔

﴿ وَاٰتٰکُمْ مِّنْ کُلِّ مَا سَاَلْتُمُوْہُ ۭ وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰہِ لَا تُحْصُوْہَا ۭ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَظَلُوْمٌ کَفَّارٌ ﴾ (ابراہیم:34)

”اور جو کچھ تم نے مانگا وہ سب تم کو دیا ہےاور اگر تم اللہ کی نعمتوں کا شمار کرنا چاہو تو ہرگز نہ کر سکو گے۔یقینا انسان بڑا ہی بے انصاف اور نا شکرا ہے۔ “
یہ بدگمانی کیوں؟ یہ طفیل اور صدقے اور واسطے کیسے!
وما علینا الا البلاغ
########